Regd No. L 5254

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

مجلس دستور ساز نے اردو اور بنگالی دونوں زبانوں کو پاکستان کی سرکاری زبانیں قرار دیدیا

اس مصالحتی فارمولے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح بالآخر ایک مشترکہ سرکاری زبان کی تشکیل کیجائے

مجلس کے فیصلہ کی وضاحت میں وزیر اعظم مسٹر محمد علی کی تقریر

کراچی ۷ رمئی۔ آج مجلس دستور ساز نے فیصلہ کیا کہ نئے آئین کے تحت اردو اور بنگالی دونوں پاکستان کی سرکاری زبانیں ہونگی۔ رئیس مملکت صوبائی مجالس قانون ساز کی سفارش پر صوبائی زبانوں کو ان کی حدود کے اندر سرکاری زبان قرار دے سکیں گے ایوان کے ممبروں کو انگریزی کے علاوہ اردو اور بنگالی میں تقریر کرنے کا حق بھی حاصل ہوگا بیس سال تک انگریزی کو سرکاری مقاصد کے لئے اسی طرح استعمال کیا جائے گا۔ جس طرح کہ استعمال کیا جا رہا ہے۔

دس سال کے بعد ایک کمیشن مقرر کیا جائے گا جو یہ دیکھے گا کہ انگریزی کو ہٹا کر اس کی جگہ پاکستان کی کوئی اور زبان استعمال کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اس غرض کے لئے ثانوی سکولوں میں اردو عربی اور بنگالی کی تعلیم دینے کی دفعہ رکھی گئی ہے۔ مرکزی ملازمتوں کے امتحانات میں حصہ لینے والے امیدواروں کو صوبائی زبانوں میں سے کسی زبان میں امتحان دینے کا حق حاصل ہوگا۔ بیس سال کے عرصہ میں حکومت ایک مشترکہ زبان کی تشکیل کے لئے برابر جدوجہد جاری رکھے گی۔

وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے مجلس دستور ساز میں زبان کے متعلق مندرجہ بالا فیصلہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ مشرقی بنگال کے لوگوں نے مطالبہ کیا تھا۔ کہ اردو کے علاوہ بنگلہ کو بھی پاکستان کی سرکاری زبان قرار دیا جائے۔ اس کے مقابل مغربی پاکستان کے بعض لوگوں کا مطالبہ تھا کہ صرف اردو کو ہی پاکستان کی سرکاری زبان قرار دیا جائے۔ ہم عوام کے سب طبقوں کا احترام کرتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے بنگالی کو بھی اردو کے ساتھ سرکاری زبان قرار دیا ہے مختلف نظریات کو ہم آہنگ کرنے کے لئے یہ باہم مصالحتی فارمولا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح بالآخر ایک مشترکہ سرکاری زبان کی تشکیل کی جائے۔ جسے ملک کے دونوں حصوں کے لوگ بآسانی استعمال کر سکیں اور اس طرح ملک کی سیاسی وحدت کو برقرار رکھا جا سکے

آپ نے کہا بعض لوگوں کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ اردو اور بنگالی دونوں کو پاکستان کی سرکاری زبانیں بنانے سے عوام کے بار میں اضافہ ہو جائے گا۔

آپ نے کہا چونکہ جغرافیائی اعتبار سے ملک کے دونوں حصوں میں ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے اور دونوں حصوں کی زبانیں الگ الگ ہیں۔ اسلئے ہمیں یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ اس سے پاکستان کے دونوں حصوں کے معاشی، تمدنی اور ثقافتی تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ اور یہ چیز پاکستان کے استحکام میں بڑی مدد دے گی۔

آپ نے کہا زبان کے بارہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ معاملہ لوگوں پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ جس زبان کو چاہیں اختیار کریں۔

آپ نے ملک کے لیڈروں اور اخباروں سے اپیل کی کہ وہ اس فیصلہ پر اعتراض نہ کریں اور اس پر عملدرآمد کرانے میں ہماری مدد کریں۔ یہ فیصلہ ہماری قومی خواہشات کا مظہر ہے اور مجھے امید ہے کہ اہل ملک اسے قبول کر لیں گے۔ اور اس طرح اپنے استحکام کو مضبوط کرینگے

خان عبد الغفار خاں کے ایک سوال کے جواب میں مسٹر محمد علی نے کہا کہ صوبائی خود مختاری کی دفعہ کے تحت صوبائی زبانوں کو انتظامی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔

اسمبلی میں حزب مخالف کے لیڈر مسٹر سرِش چندر چٹوپادھیائے نے نئے فارمولا کا خیر مقدم کیا۔ آپ آج کے اجلاس میں اپنے ساتھیوں سمیت شریک ہوئے سندھ کے وزیر اعلیٰ پیرزادہ عبد الستار نے بھی اس فارمولے کی حمایت کی۔ اور اس امر پر خوشی کا اظہار کیا۔ کہ مرکزی ملازمتوں کے امتحانات کے لئے تمام صوبائی زبانوں کو یکساں درجہ حاصل ہوگا۔ پنجاب کے مسٹر سہروردی نے اس کی مخالفت کی اور اردو کو ہی پاکستان کی سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ کیا۔

چنڈی گڑھ میں بخشی غلام محمد کی تقریر

چنڈی گڑھ ۷ رمئی۔ مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد نے اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ کہ شیخ عبد اللہ کو مقبوضہ کشمیر کے ایک طبقہ کی حمایت حاصل ہے۔ آپ نے چنڈی گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے اس نظریہ کا پھر اظہار کیا۔ کہ شیخ عبد اللہ کی گرفتاری ان کا اپنا داخلی معاملہ ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا ان کا کام ہے کہ شیخ عبد اللہ کو گرفتار رکھا جائے رہا کیا جائے یا ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ بخشی غلام محمد نے کہا کہ ان کی حکومت کو جن مسئلوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ان میں مسئلہ خوراک بھی شامل تھا۔ لیکن اس پر حکومت مشرقی پنجاب کی مدد سے قابو پا لیا گیا ہے۔

ڈھاکہ میں صورت حال معمول پر آگئی

ہنگامہ میں ملوث جیل وارڈنوں کو گرفتار کر لیا گیا!

ڈھاکہ ۷ رمئی۔ آج ڈھاکہ میں صورت حال معمول پر آگئی۔ کل کے ہنگامہ میں جو ڈھاکہ سنٹرل جیل کے قریب عوام اور پولیس کے درمیان تصادم کی صورت میں ہوا تھا تیس آدمی زخمی ہو گئے تھے۔ یہ تمام زخمی ابھی تک ہسپتال میں ہیں۔ ان میں سے چھ آدمیوں کی حالت نازک ہے۔ آج حکومت مشرقی بنگال نے دس بارہ سالہ لڑکے کی موت پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ جو گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا تھا۔ اس لڑکے کی نعش اسکے والدین کو دے دی گئی۔ اور اس کی تجہیز و تکفین میں حکام نے بھی مدد دی۔ اس ہنگامہ میں ڈھاکہ جیل کے جن وارڈنوں کا ہاتھ تھا۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ مشرقی بنگال آج کلکتہ سے ڈھاکہ پہنچے تھے۔ ہوائی اڈے سے سیدھے ہسپتال پہنچے اور بیماروں کی مزاج پرسی کی۔ بعد میں انہوں نے ایک عام جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کل کے واقعہ کی وہ خود تحقیقات کریں گے۔ اور جو لوگ مجرم ثابت ہوں گے۔ ان کو سزا دیں گے۔ آپ نے کہا کہ ہلاک ہونے والے بچہ کا معاوضہ دیا جائے گا۔

حضور ایدہ اللہ کی صحت

ربوہ ۷ رمئی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت کل اچھی رہی۔ الحمد للہ

احباب حضور ایدہ اللہ کی کامل صحت یابی کیلئے برابر دعائیں کرتے رہیں۔

شدھی کے لئے ہندو مہاسبھا صدر کی تلقین

نئی دہلی ۷ رمئی۔ آل انڈیا ہندو مہاسبھا کے صدر مسٹر چیٹرجی نے ملک کے ہندو نوجوانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ شدھی کے لئے پرجوش طریقہ سے کام کریں آپ نے مشرقی بنگال کے نئے انتخابات کو بھارت کے لئے حوصلہ افزا بتایا۔ مسٹر چیٹرجی نے یہ بھی کہا ہے کہ حیدرآباد کے ہندوؤں کو اس وقت تک مکمل آزادی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہاں کے راج پرمکھ کو ہٹایا نہ جائے۔

باجی رشیدہ پر سے پابندی ہٹالی گئی

لاہور ۷ رمئی۔ پنجاب کے گورنر نے ایک سابق ایم ایل اے باجی رشیدہ لطیف پر چھ برس تک کے لئے انتخابات میں حصہ لینے اور ووٹ نہ دینے کی جو پابندی لگائی تھی وہ ہٹا لی ہے۔ باجی رشیدہ لطیف کا نام بھی ووٹروں کی فہرست میں درج کر دیا گیا ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا ماہواری اجلاس

تمام اراکین مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا ماہواری اجلاس مورخہ ۹ رمئی بروز اتوار صبح ۷ بجے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں منعقد ہوگا۔ جس میں تمام خدام کی حاضری لازمی ہے۔ اس اجلاس میں سہ ماہی علم انعامی بھی سب سے زیادہ کام کرنے والی مجلس کو دیا جائے گا۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے انصاف پریس لاہور میں چھپوا کر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا

ایڈیٹر ـ روشن دین تنویر

کلام النبی صلے اللہ علیہ وسلم

رمضان میں آسمان کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین (صحیح بخاری)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رمضان آجاتا ہے۔ تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں :

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

روزہ دار کو خدا تعالےٰ کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے

"صلوٰۃ کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ اس کے بعد روزہ کی عبادت ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بعض مسلمان کہلانے والے ایسے بھی ہیں۔ جو کہ ان عبادات میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندھے ہیں اور خدا تعالےٰ کی حکمت کاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ تزکیہ نفس کے واسطے یہ عبادات لازمی پڑی ہوئی ہیں۔ . . . . کم کھانا اور بھوک برداشت کرنا بھی تزکیہ نفس کے واسطے ضروری ہے اس سے کشفی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔ بالکل ابدی زندگی کا خیال چھوڑ دینا اپنے اوپر قہر الٰہی نازل کرتا ہے۔ مگر روزہ دار کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے۔ بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو آسمانی روٹی ملی۔ مگر اس نے روحانی روٹی کی پروا نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے۔ ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے۔ اور اس سے روحانی قوٰے تیز ہوتے ہیں"

(لیکچر لا الہ الا اللہ صفحہ ۱۳)

درخواستہائے دعا

(۱) برادرم شیخ محمد حنیف صاحب اوورسیر ریاست بہاولپور کا گردہ کا اپریشن میو ہسپتال میں خدا تعالےٰ کے فضل سے کامیابی سے ہو گیا ہے۔ احباب کرام سے عزیز کی صحت کاملہ کے لئے درد مندانہ درخواست دعا ہے۔ خاکسار احمد دین ساکن کنری سندھ

(۲) میرے بڑے بھائی مکرم عبدالرشید صاحب ابنالوی نے امسال بی اے ایس سی کا امتحان دیا ہے۔ احباب ان کی اعلےٰ کامیابی کے لئے دعا فرما کر ممنون فرمائیں۔ خاکسار عبدالشکور میڈیکل کالج لاہور (۳) مجھ پر تین سال سے ایک سنگین مقدمہ چل رہا ہے۔ نیز عرصہ سے بعض اور پریشانیوں اور تکلیفوں میں بھی مبتلا ہوں۔ میری بیوی بھی عرصہ سے سخت بیمار ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے ہر قسم کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے بچائے۔ اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ نیز میری اہلیہ کو بھی صحت کاملہ عطا فرمائے۔ خاکسار سردار رحمت اللہ (ڈاکٹر) زمیندار موضع صادق پور تحصیل خانپور (۴) اہلیہ خان صاحب ضیاء الحق خان صاحب کوئٹہ عرصہ چار پانچ ماہ سے سخت بیمار ہیں۔ جملہ بزرگان سلسلہ ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار نصیر احمد خان خانپور (۵) میری ہمشیرہ نے سیکنڈ ایئر ۴۲ کا امتحان دیا اور دو بھائی ولایت میں ہوائی جہازوں کی لائن کے امتحان دے رہے ہیں۔ احباب ان کی شاندار کامیابی کے لئے دعا کریں۔ خاکسار شیخ جمیل احمد رشید

(۶) عزیزم مبارک حمید اللہ نے امسال میٹرک کا امتحان دیا ہے۔ اس کی نمایاں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ دیگر جماعتی طلباء جنہوں نے مختلف امتحانوں میں شمولیت اختیار کی ہے۔ ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ ماسٹر غلام محمد عبد حافظ آباد گوجرانوالہ (۷) میری اہلیہ مدت سے بیمار ہے۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ کامل صحت عطا فرمائے۔ شیخ بشیر احمد بید رجنٹ منڈی بازار اوکاڑہ

تازہ فہرست چندہ امداد درویشاں وغیرہ

(از مورخہ ۱۱/۴/۵۴ تا مورخہ ۲/۵/۵۴)

— از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ربوہ —

— گذشتہ سے پیوستہ —

نمبر	نام	رقم
(۳۱)	اہلیہ صاحبہ حضرت منشی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم لاہور (فدیہ رمضان)	۱۵—۰—۰
(۳۲)	الفردوس کلاتھ مرچنٹس انارکلی لاہور (امداد درویشاں)	۲۰—۰—۰
(۳۳)	شیخ محمد رفیع الدین احمد صاحب سرگودہا بذریعہ بہادر خان صاحب سیکرٹری مال سرگودہا (صدقہ برائے غریب درویشاں)	۵—۰—۰
(۳۴)	چوہدری عنایت اللہ صاحب بی اے ایس سی سرگودہا " " "	۵—۰—۰
(۳۵)	اہلیہ صاحبہ محمد سعید صاحب ڈی ایس پی پولیس " " "	۵—۰—۰
(۳۶)	منظور احمد صاحب طالب علم سرگودہا " " "	۰—۸—۰
(۳۷)	رشیدہ بیگم صاحبہ طالب علم " " " "	۰—۸—۰
(۳۸)	حلیمہ بیگم صاحبہ " " " "	۰—۸—۰
(۳۹)	اقبال بیگم صاحبہ بنت منظور احمد صاحب سرگودہا " " "	۰—۸—۰
(۴۰)	مولوی محمد شہزادہ خان صاحب سرگودہا " " (امداد درویشاں)	۰—۴—۰
(۴۱)	ایم اکرام اللہ صاحب آمیگا ریڈیو کمپنی ملتان کینٹ (صدقہ)	۵—۰—۰
(۴۲)	چوہدری محمد عبداللہ صاحب بشیر آباد اسٹیٹ سندھ (امداد درویشاں)	۱۰—۰—۰
(۴۳)	طاہرہ امۃ السمیع صاحبہ بنت چوہدری محمد سعید صاحب ۱۴۵ ہیرآباد حیدرآباد سندھ (امداد درویشاں)	۳۰—۰—۰
(۴۴)	شیخ عظیم الدین صاحب سوداگر چرم رادھن سندھ "	۲۰—۰—۰
(۴۵)	ڈاکٹر بشیر احمد صاحب میڈیکل کالج کراچی (صدقہ برائے غریب درویشاں)	۵—۰—۰
(۴۶)	اہلیہ صاحبہ ابوالفضل محمود صاحب ربوہ (امداد درویشاں)	۳—۰—۰
(۴۷)	حفیظ احمد صاحب جنجوعہ فضل عمر ہوسٹل تعلیم الاسلام کالج لاہور (صدقہ برائے غریب درویشاں)	۱۰—۰—۰
(۴۸)	شمیم لطیف بیگم صاحبہ عطاء اللہ بلڈنگ مصری شاہ لاہور (۵ روپے شکرانہ و ۵ روپے صدقہ)	۱۰—۰—۰
(۴۹)	بیگم سید ارتضےٰ علی صاحب کلفٹن روڈ کراچی (امداد درویشاں)	۱۰—۰—۰
(۵۰)	والدہ ڈاکٹر اختر محمود صاحب ہال روڈ لاہور از طرف خود (چندہ ہاتھ سے کام کرنے کی تحریک جو جنرل سکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ لاہور کے ذریعہ ادا ہوا)	۵—۰—۰
(۵۱)	والدہ ڈاکٹر اختر محمود صاحب از طرف اہلیہ صاحبہ محمد شفیق صاحب ڈنٹل سرجن میلا رام روڈ لاہور " " "	۵—۰—۰
(۵۲)	والدہ صاحبہ ڈاکٹر اختر محمود صاحب از طرف محمدی بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری عطاء اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر چک ۳۳/۲۲۳ ضلع لائل پور (امداد درویشاں)	۱۰—۰—۰

خریداران خالد کے لئے ضروری اطلاع

بعض غیر متوقع حالات کے پیش آنے کی وجہ سے ماہ مئی کا خالد وقت پر شائع نہیں ہو سکا۔ پوری کوشش کی جائے گی کہ یہ رکاوٹ جلد دور ہو۔ جونہی یہ رکاوٹ دور ہو گئی ان شاء اللہ پرچہ خریداران کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ جملہ خریداران اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں۔ مینیجر خالد

روزنامہ الفضل لاہور
مورخہ ۸ ہجرت ۱۳۳۲ھش

معقولیت کس طرف ہے؟

آخری دو ذیلی [illegible] مسیح کے متعلق جو احادیث مودودی صاحب نے اپنے تبصرے بیان کے نتیجے میں نقل فرمائی ہیں۔ انہیں لفظی یا تمثیلی ماننے یا نہ ماننے سے تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اوّل۔ تمام تصریحیں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان کے ہر حصہ کو عبارات کے حقیقی یعنی لفظی معنوں میں لیا جائے۔ اس صورت میں بقول مودودی صاحب ابن مریم، مسیح، یا مسیح ابن مریم ایک خاص بشر کا ذاتی نام ہے۔ اس لئے ان سے مراد وہی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں جو آج سے دو ہزار سال پہلے حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے تو لامحالہ صلیب اور خنزیر کے معنے بھی انہی معنوں میں [illegible] لینے پڑیں گے کیونکہ یہ [illegible] ہے۔ اور یکسر اور یقتل کے معنے بھی خاص افعال کے لینے پڑیں گے جن پر یہ [illegible] معنوں [illegible] کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسیح ابن مریم [illegible] ہو کر ہتھوڑے سے صلیبوں کو توڑتے اور خنزیروں کو [illegible] پھریں گے۔ اور مسیح الدجال کو بھی ایک [illegible] شخص ماننا پڑے گا۔ جس کے پیچھے دنیا کے تمام یہودی کھڑے ہوں گے۔ اور حضرت مسیح اپنے ہاتھ سے سب کو [illegible] دیں گے۔ اس صورت میں دوسرا اعتراض ختم نبوت کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت قیامت تک ہے تو اس زمانہ میں کوئی مستقل نبی خواہ نیا ہو یا پرانا کس طرح آسکتا ہے۔ آخری نبی تو وہی ہوگا جس کی نبوت آخر تک قائم رہے۔ ورنہ ابن مریم کی نبوت سلب کرنی پڑتی ہے۔ تیسرے مسیح علیہ السلام کا صعود و نزول قرآن و حدیث سے ثابت کرنا پڑتا ہے۔ جو [illegible]

دوم۔ ابن مریم اور مسیح الدجال کے حقیقی معنے لئے جائیں اور کسر الصلیب اور قتل الخنزیر کے تمثیلی معنے لئے جائیں یعنے [illegible]۔ ان معنے پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ احادیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے تفریق کی جائے کہ کیوں اس کا الٹ نہ لیا جائے یعنے ابن مریم اور مسیح الدجال تو تمثیلی ہیں اور یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر اپنے اصل معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابن مریم پہلے ایک خاص بشر کا ذاتی نام ہے۔ تو مسیح الدجال تو پہلے کسی خاص آدمی کا ذاتی نام نہیں۔ حالانکہ صلیب اور خنزیر پہلے بھی خاص [illegible] کے ذاتی نام ہیں۔ اور یکسر اور یقتل پہلے بھی خاص افعال پر دلالت کرتے ہیں۔ الغرض احادیث میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں جس سے کسی ایک حصہ کو تمثیلی اور دوسرے کو حقیقی سمجھا جاسکے۔ اس صورت سے صرف یہی ایک اصول مستنبط ہو سکتا ہے۔ کہ جس حصہ کو چاہو تمثیلی لے لو اور جسکو چاہو حقیقی۔ ایسا اصول ظاہر ہے کہ ہمیں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا سکتا اور یہ تمام احادیث بے معنے ہو کر رہ جاتی ہیں۔ دوسرا اعتراض وہی ہے کہ ختم نبوت کے تعلق میں ابن مریم کی نبوت سلب کرنی پڑتی ہے

سوم۔ تمام کہانی کو تمثیلی رنگ میں لیا جائے۔ یعنے ان حدیثوں کے معنے میں ابن مریم اور مسیح الدجال اور صلیب و خنزیر کے معنے عالم نصرانیت کے لئے جائیں۔ یہ ایسی صورت ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ضرب پڑتی ہے اور نہ حضرت مسیح ابن مریم کی نبوت سلب یا [illegible] کرنی پڑتی ہے۔ اور نہ آپ کا صعود و نزول ثابت کرنا پڑتا ہے۔ جس سے عیسائی مشرکانہ عقائد کو تقویت ہو [illegible] ایک حوالہ نقل کرتے ہیں علامہ اقبال [illegible]

"جہاں تک میں [illegible] کا مطلب سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جام مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے"

(مجاہد ۱۳ فروری ۳۵ء)

اگرچہ مودودی صاحب نے ہمیں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے ضمیمہ میں وہ حدیثیں شامل نہیں کیں جن میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بعثت ثانی کے [illegible] میں بھی آپ کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ مثلاً

فیرغب نبی اللہ عیسٰی و اصحابہ

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱ مصری بابِ [illegible])

اور نہ ان بزرگوں کے اقوال درج کئے ہیں جنہوں نے آنے والے مسیح کے تعلق میں فرمایا ہے۔ کہ ان کی سلب نبوت کا قائل کافر ہے۔ مگر اسکے باوجود ہم آپ کے ممنون ہیں۔ کہ آپ نے وہ حدیث بھی اپنے بیان کے ضمیمہ ۲ میں [illegible] درج فرمائی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ لاالمہدی الاعیسیٰ یعنے عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ ہم یہ حدیث آپ کے ضمیمہ سے نقل کرتے ہیں۔

۱۔ ایک منفرد قسم کی روایت جو دوسری قسم کی [illegible] روایتوں سے مختلف ہے۔

[illegible] حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حالات بگڑتے جائیں گے۔ اور دنیا پیچھے الٹی چلے گی۔ اور لوگوں میں تنگ نظری بڑھتی چلی جائے گی۔ اور قیامت نہ آئے گی مگر بدترین لوگوں پر۔ نیز فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

اس کی تشریح میں اور اس کو صحیح قرار نہ دینے کے یا دوسری احادیث سے اس کی تطبیق کے لئے مودودی صاحب نے علماء کی توجیہات نقل فرمائی ہیں۔ ہم [illegible] صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان تمام احادیث کا باہمی تضاد ختم ہو جاتا ہے۔ جو بعض باتوں میں ان میں نظر آتا ہے۔ اور کسی میں کوئی قابل اعتراض بات [illegible] نہیں رہتی۔ مگر یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ کہ ہم آنے والے مسیح کو مثیل مسیح مان لیں اور وہ مسیح علیہ السلام نہ مانیں۔ جو آج سے دو ہزار سال پہلے [illegible] مبعوث ہوئے تھے۔

مودودی صاحب کے نزدیک [illegible] تضاد یہ ہے

[illegible] ایک [illegible] روایتیں دوسری روایتوں کے خلاف یہ کہتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسلمانوں کی نماز کے امام ہوں گے۔

(جو بیس روایتیں مودودی صاحب نے نقل کی ہیں دراصل ان میں سے ۴ یہ واقعہ بیان کرتی ہیں۔ . . . . . .

اور چار اس کے خلاف باقی ۱۲ روایتیں اس امر پر خاموش ہیں۔ ناقل)

اور روایتیں یہ کہتی ہیں کہ امام جماعت مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

مودودی صاحب اکثریت کے فیصلہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔ کہ امام مسلمانوں میں سے ہوگا۔ اور ابن مریم مقتدی ہوں گے۔ ہم بھی تو جیہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر ابن مریم اور مہدی ایک شخص ہوں اور احادیث کو تمثیلی زبان میں مانا جائے۔ تو یہ امام موعود کے دو پہلوؤں کی طرف اشارہ ہوگا۔ یعنے وہ امت محمدیہ کا فرد پہلے ہوگا۔ اور مثیل مسیح بعد میں ہوگا۔ ورنہ اگر آپ دو شخصیتیں مانیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک ہی وقت میں دو امام موجود ہو جائیں۔ کیونکہ احادیث میں جو الفاظ مسیح کے لئے استعمال ہوئے ہیں تقریباً وہی الفاظ مہدی کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً مختلف احادیث میں دونوں کے متعلق آتا ہے کہ خلیفۃ اللہ ہوں گے۔ عادل و حکم ہوں گے۔ دونوں کے متعلق آتا ہے کہ ان کے عہد میں اموال کی بے انتہا کثرت ہوگی۔ دونوں کے متعلق امام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں ہم [illegible] مودودی صاحب پر ایک افسوس کا اظہار بھی کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ نے حدیث

[illegible] انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم [illegible]

کا ترجمہ یوں کیا ہے [illegible]

[illegible] کیسے ہو گے تم اس وقت جبکہ تمہارے درمیان ابن مریم آتریں گے۔ اور تمہارا امام اس وقت خود تم میں سے ہوگا۔

اگر [illegible] ابن مریم کے بعد ہوتا تو یہ معنے ہو سکتے تھے۔ مگر موجودہ حالت میں تو یہ معنے [illegible] نہیں۔ بلکہ یہ ہوتے ہیں کہ وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ جب دوسری احادیث بھی اس آخری معنے کی تائید کرتی ہیں۔ تو ان معنے پر کیا اعتراض ہے۔ محض اپنی طرف سے تعداد بڑھانے سے کیا فائدہ۔

اب اگر حدیث لاالمہدی الاعیسیٰ کو صحیح مان لیں۔ اور احادیث کو تمثیلی زبان میں تسلیم کرلیں تو حدیثوں کی تمام الجھنیں، اختلافات اور تضاد دور ہو جاتے ہیں۔

سوال یہ نہیں کہ آسانی سے بھڑک جانے والی رائے عامہ کس طرف ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ معقولیت کس طرف ہے۔

احکام رمضان المبارک

(از حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

روزہ فرض ہے

سب سے پہلا مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے کہ روزہ ایک فرض ہے یہ ایسا فرض ہے۔ کہ ہر ایک عورت اور مرد پر فرض ہے۔ فرض کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ وہ جس کے چھوڑنے سے انسان ایسا گنہگار ہو جاتا ہے۔ کہ مستحق سزا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہوتا ہے۔ کہ اس کو سزا دے۔ حدیث میں آتا ہے۔ ایک شخص جو صحیح اور تندرست ہو۔ اگر جان بوجھ کر ایک روزہ بھی چھوڑ دے۔ اور پھر ساری عمر روزہ رکھتا جاوے۔ تو بھی اس ایک روزہ کے چھوڑ دینے کا یہ بدلہ نہیں ہو سکتا۔ پس روزہ ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ وہ اس کو جان بوجھ کر بغیر کسی مجبوری کے چھوڑ دے۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام۔ اے وے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمہارے اوپر روزہ فرض کر دیا گیا ہے۔ پس روزہ ایک فرض ہے۔

[illegible] چھوڑا جا سکتا

اس کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ روزے دار کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ کہ وہ سحری کے وقت ضرور کھانا کھائے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ سحری کے وقت اگر کوئی سوتا رہے۔ اور کھانا کھانے کے لئے [illegible] سکے۔ تو روزہ ہی چھوڑ دے۔ بلکہ رمضان کے دنوں میں صبح سے شام تک کھانا اور پینا حرام ہے۔ سوائے اس شخص کے جو سفر پر ہو۔ یا مریض ہو۔ اس کے علاوہ جو شخص بھی روزہ [illegible] رکھتا۔ اس کے لئے دن کے وقت کھانا پینا حرام ہے۔

مسافر اور بیمار کے روزے

دوسرا مسئلہ روزہ کے متعلق یہ ہے۔ کہ یہ ایک ایسا فرض ہے۔ کہ بیمار اور مسافر پر بھی یہ اس وقت فرض نہیں۔ جبکہ وہ سفر کی حالت میں ہو۔ یا بیمار ہو۔ لیکن جب وہ سفر سے واپس آجاتا ہے۔ یا بیماری سے تندرست ہو جاتا ہے۔ تو اس کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ روزہ رکھے۔ اور جتنے روزے اس سے چھوٹ گئے ہیں۔ ان کو بعد میں پورا کرے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر کوئی بیمار اور مسافر روزہ رکھتا ہے۔ تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی نے کہا۔ فلاں شخص نے سفر میں بھی روزہ نہیں چھوڑا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا وہ شخص خدا تعالیٰ کو زبردستی راضی کرنا چاہتا ہے۔ پس جیسا کہ روزہ تندرست اور مقیم کے لئے رکھنا ضروری ہے۔ ویسا ہی وہ شخص جو سفر میں ہو یا بیمار ہو۔ اس کے لئے رکھنا مکروہ ہے۔

بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کا روزہ

پھر جو عورت دودھ پلانے والی ہو۔ یعنی اس کا بچہ اتنا چھوٹا ہو۔ کہ اس کا دودھ پیتا ہو۔ اس کے لئے یہ جائز ہے۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ کیونکہ اس طرح سے بچہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور وہ دودھ کم ہو جانے کی وجہ سے تکلیف اٹھاتا ہے۔ ہاں ایسی عورتوں کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلا دیا کریں۔ حاملہ عورت کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ اگر ایک عورت کو ایک سال حمل ہے۔ تو اگلے دوسال بچہ کو دودھ پلائے گی۔ اور اس طرح اس کے [illegible] سال کے روزے رہ جائیں گے۔ جو کہ خود بخود پورے ہونے مشکل ہیں۔

دائم المریض اور حاملہ

بیمار اور مسافر کے لئے تو یہ حکم ہے۔ کہ وہ جب بیماری سے تندرست ہو اور سفر سے واپس آجائے۔ تو روزے رکھے۔ لیکن دائم المریض اور حمل والی عورت جس کو روزوں کے رکھنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلا دیا کریں۔ لیکن جس کو اتنی بھی طاقت نہ ہو۔ وہ اگر مسکین کو کھانا نہ دے۔ اور نہ روزے رکھے۔ تو اس کے لئے حرج نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے کسی حکم میں اتنی سختی نہیں رکھی۔ کہ اگر بندہ اس کو نہ کر سکتا ہو۔ تو بھی اس کے نہ کرنے پر سزا دے۔

روزہ کا وقت

تیسرا مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ روزے کے شروع ہونے کا وقت وہ [illegible] ہے کہ مشرق کی طرف سے صبح کی روشنی ظاہر ہو۔ اس وقت ہر ایک روزہ دار کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ جب رات کی سیاہی سے صبح کی روشنی ظاہر ہو۔ تو کھانا پینا اور مرد و عورت کا تعلق چھوڑ دے۔ اور روزے کو ختم اس وقت کرنا چاہیئے۔ جبکہ سورج غروب ہو جائے۔ رات کے وقت روزہ نہیں ہوتا۔ اس لئے سورج کی ٹکی غائب ہونے کے بعد سے صبح کی روشنی ظاہر ہونے تک وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ جو دوسرے ایام میں کئے جاتے ہیں۔ لیکن روزے کی حالت میں کھانا اور پینا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی بھول کر کچھ کھا لیتا ہے۔ یا پانی پی لیتا ہے۔ تو اس طرح روزہ نہیں ٹوٹتا۔ صرف اس وقت روزہ ٹوٹ سکتا ہے۔ جبکہ جان بوجھ کر کھا پی لیا جائے۔

رمضان میں تلاوت قرآن و نوافل

چوتھا مسئلہ یہ ہے۔ کہ روزوں کے مہینہ کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ روزوں کا مہینہ وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن شریف اتارا گیا۔ اور چونکہ یہ ایسا متبرک مہینہ ہے۔ کہ قرآن کریم کو اس کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اسی واسطے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں قرآن شریف بہت پڑھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ تین دن میں تمام قرآن شریف آپ نے ختم کیا اس لئے اس مہینہ میں خاص طور پر قرآن شریف کو زیادہ پڑھنا چاہیئے۔ دوسرے اس مہینہ کے ساتھ نماز کا بھی خاص تعلق ہے۔ اس واسطے اس میں نوافل پڑھنے چاہئیں۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس ماہ میں انکساری کے ساتھ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ نوافل انسان رات کے پہلے حصہ میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور پچھلے وقت بھی۔ لیکن پچھلی رات کا پڑھنا پہلی سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ پھر نوافل جماعت کے ساتھ مسجد میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور اکیلا اگر پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ عورتوں کے لئے چونکہ زیادہ تر گھر میں ہی موقعہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ گھر میں پڑھ لیں۔

روزوں میں دعائیں

پانچواں مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ [illegible] خدا تعالیٰ [illegible] میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی [illegible] کی صفت ہے۔ کہ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اور بندہ بھی چونکہ ان دنوں میں کھاتا اور پیتا نہیں۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ کہ میں دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں۔ اور قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

روزوں میں صدقہ

چھٹا مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ روزوں میں صدقہ کرنے کی بھی فضیلت آئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہمیشہ ہی صدقہ دیا کرتے تھے۔ لیکن رمضان کے مہینہ میں خاص طور پر زیادہ صدقہ دیتے تھے۔ اور صدقہ دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی لئے جب بندہ اس مہینہ میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ دعائیں کرتا ہے۔ اور نمازیں بھی زیادہ پڑھتا ہے۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ وہ صدقہ بھی زیادہ دے۔

اعتکاف

ساتواں مسئلہ رمضان کے متعلق یہ ہے۔ کہ روزوں کے درمیان ایک عبادت اعتکاف کی ہے۔ یعنی انسان کچھ روز مسجد کے اندر رہے۔ اور سوائے عبادت خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ سوائے کسی بڑی حاجت کے ایسے ضرورت کے باہر نہ جائے۔ ہاں اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے لئے کوئی کھانا [illegible] لانے والا نہیں ہے وہ اپنا کھانا [illegible] کے لئے باہر چلا جائے۔ تو وہ جا سکتا ہے۔ اعتکاف عورتیں بھی اگر پردے کا انتظام ہو۔ تو بیٹھ سکتی ہیں۔ اعتکاف بیٹھنے کے متعلق یہ ہے کہ وہ رمضان کے ہر عشرہ میں جائز ہے۔ خواہ کوئی پہلے عشرہ میں بیٹھے یا درمیانی میں یا آخری میں بیٹھے۔ لیکن آخری

ولادت:- خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے ۲۵ ۴/۵۴ کو ایک فرزند عطا فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت بچے کا نام فضل احمد ارشاد فرمایا ہے۔ جملہ احباب جماعت سے نومولود کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نومولود سردار عبدالحمید صاحب اڈیٹر لاہور کا نواسہ اور حافظ عبدالعزیز صاحب رضی سیالکوٹ چھاؤنی کا پوتا ہے۔ خاکسار شبیر احمد واقف زندگی نائب وکیل المال تحریک جدید

روزنامہ الفضل لاہور
مورخہ ۸ ہجرت ۱۳۳۵ھش

معقولیت کس طرف ہے؟

آخری زمانہ میں آمد مسیح کے متعلق جو احادیث مودودی صاحب نے اپنے تیسرے بیان کے ضمیمہ ۲ میں نقل فرمائی ہیں۔ انہیں کشفی یا تمثیلی ماننے یا نہ ماننے سے تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اوّل۔ تمام قصہ میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان کے ہر حصہ کو عبارات کے حقیقی یعنے لفظی معنوں میں لیا جائے۔ اس صورت میں بقول مودودی صاحب ابن مریم، مسیح، یا مسیح ابن مریم ایک خاص بشر کا ذاتی نام ہے۔ اس لئے ان سے مراد وہی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ جو آج سے دو ہزار سال پہلے حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے تو لامحالہ صلیب اور خنزیر کے معنے بھی ان خاص اشیاء کے لینے پڑیں گے جن کا یہ ذاتی نام ہے۔ اور یکسر اور یقتل کے معنے انہیں خاص افعال کے لینے پڑینگے جن پر یہ اصلی معنوں میں دلالت کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسیح ابن مریم نازل ہو کر ہتھوڑے سے صلیبوں کو توڑتے اور خنزیروں کو قتل کرتے پھریں گے۔ اور مسیح الدجال کو بھی ایک واحد شخص ماننا پڑے گا۔ جس کے پیچھے دنیا کے تمام یہود کھڑے ہوں گے۔ اور حضرت مسیح اپنے ہاتھ سے سب کو موت کے گھاٹ اتاریں گے۔ اس صورت میں دوسرا اعتراض ختم نبوت کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت قیامت تک ہے تو اس زمانہ میں کوئی مستقل نبی خواہ نیا ہو یا پرانا کس طرح آسکتا ہے۔ آخری نبی تو وہی ہوگا جس کی نبوت آخر تک قائم رہے۔ ورنہ ابن مریم کی نبوت سلب کرنی پڑتی ہے۔ تیسرے مسیح علیہ السلام کا صعود و نزول قرآن و حدیث سے ثابت کرنا پڑتا ہے۔ جو مشکل بات ہے۔

دوم۔ ابن مریم اور مسیح الدجال کے حقیقی معنے لئے جائیں اور یکسر الصلیب اور یقتل الخنزیر کے تمثیلی معنے لئے جائیں یعنے عالم نصرانیت۔ ان معنے پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ احادیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں جس سے تفریق کی جائے کہ کیوں اس کا التزام نہ کیا جائے یعنے ابن مریم اور مسیح الدجال تو تمثیلی ہیں اور یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر اپنے اصل معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابن مریم جیسے ایک خاص بشر کا ذاتی نام ہے۔ تو مسیح الدجال تو پہلے کسی خاص آدمی کا ذاتی نام نہیں۔ حالانکہ صلیب اور خنزیر پہلے بھی خاص اشیا کے ذاتی نام ہیں۔ اور یکسر اور یقتل پہلے بھی خاص افعال پر دلالت کرتے ہیں۔ الغرض احادیث میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں جس سے کسی ایک حصہ کو تو تمثیلی اور دوسرے کو حقیقی سمجھا جائے۔ اس صورت سے صرف یہی ایک اصول مستنبط ہو سکتا ہے۔ کہ جس حصہ کو چاہو تمثیلی لے لو۔ اور جسکو چاہو حقیقی۔ ایسا اصول ظاہر ہے کہ ہمیں کسی نتیجہ پر نہیں پہونچا سکتا اور یہ تمام احادیث بے معنے ہو کر رہ جاتی ہیں۔ دوسرا اعتراض وہی ہے کہ ختم نبوت کے تعلق میں ابن مریم کی نبوت سلب کرنی پڑتی ہے۔

سوم۔ تمام کہانی کو تمثیلی رنگ میں لیا جائے۔ یعنے ابن مریم کے معنے مثیل ابن مریم اور مسیح الدجال اور صلیب و خنزیر کے معنے عالم نصرانیت کے لئے جائیں۔ یہ ایسی صورت ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ضرب پڑتی ہے اور نہ حضرت مسیح ابن مریم کی نبوت سلب یا ملتوی ہوتی ہے۔ اور نہ آپ کا صعود و نزول ثابت کرنا پڑتا ہے جس سے عیسائی مشرکانہ عقائد کو تقویت پہونچتی ہے۔ یہاں ہم علامہ اقبال کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں:۔

"جہاں تک میں اس تحریک کا مطلب سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جام مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"

(مجاہد ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء)

اگرچہ مودودی صاحب سے ہمیں گلہ ہے کہ انہوں نے اپنے ضمیمہ میں وہ حدیثیں شامل نہیں کیں جن میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بعثت ثانی کے تعلق میں بھی آپ کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ مثلاً

فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱/۴۰۲ مصری [illegible])

اور نہ ان بزرگوں کے اقوال درج کئے ہیں۔ جنہوں نے آنے والے مسیح کے تعلق میں فرمایا ہے۔ کہ ان کی سلب نبوت کا قائل کافر ہے۔ مگر اسکے باوجود ہم آپ کے ممنون ہیں۔ کہ آپ نے وہ حدیث بھی اپنے بیان کے ضمیمہ ۲ میں صفحہ ۲۰ پر درج فرمائی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ لاالمھدی الاعیسیٰ یعنے عیسٰے علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ ہم یہ حدیث آپ کے ضمیمہ سے نقل کرتے ہیں۔

۱۔ ایک منفرد قسم کی روایت جو دونوں قسم کی روایتوں سے مختلف ہے۔

۲۰۔ حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حالات بگڑتے جائیں گے۔ اور دنیا پیچھے پلٹتی جائے گی۔ اور لوگوں میں تنگ نظری بڑھتی چلی جائے گی۔ اور قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین لوگوں پر۔ نیز فرمایا کہ عیسٰے ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

اس کی تشریح میں اور اس کو صحیح قرار نہ دینے کے لئے یا دوسری احادیث سے اس کی تطبیق کے لئے مودودی صاحب نے علماء کی توجیہات نقل فرمائی ہیں۔ ہم اس کے متعلق صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے۔ تو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے متعلق ان تمام احادیث کا باہمی تضاد ختم ہو جاتا ہے۔ جو بعض باتوں میں ان میں نظر آتا ہے۔ اور کسی میں کوئی قابل اعتراض بات نظر نہیں رہتی۔ مگر یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ کہ ہم آنے والے مسیح کو مثیل مسیح مان لیں اور وہ مسیح علیہ السلام نہ مانیں۔ جو آج سے دو ہزار سال پہلے یہودیوں میں مبعوث ہوئے تھے۔

مودودی صاحب کے نزدیک بڑا تضاد یہ ہے:۔

صرف ایک معاملہ میں دو روایتیں دوسری روایتوں کے خلاف یہ کہتی ہیں کہ حضرت عیسٰے مسلمانوں کی نماز کے امام ہوں گے۔ (جو بیس روایتیں مودودی صاحب نے نقل کی ہیں دراصل ان میں سے ۱۴ یہ واقعہ بیان کرتی ہیں۔ . . . . . . اور چار اس کے خلاف باقی ۱۲ روایتیں اس امر پر خاموش ہیں۔ ناقل)

اور دو روایتیں یہ کہتی ہیں کہ امام جماعت مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا۔ اور حضرت عیسٰے اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

مودودی صاحب اکثریت کے فیصلہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس خیال کی تائید کرتے ہیں، کہ امام مسلمانوں میں سے ہوگا۔ اور ابن مریم مقتدی ہوں گے۔ ہم یہی توجیہہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر ابن مریمؑ اور مہدی ایک شخص ہوں اور احادیث کو تمثیلی زبان میں مانا جائے۔ تو یہ امام موعود کے دو پہلوؤں کی طرف اشارہ ہوگا۔ یعنے وہ امت محمدیہ کا فرد پہلے ہوگا۔ اور مثیل مسیح بھی ہوگا۔ ورنہ اگر آپ دو شخصیتیں مانیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک ہی وقت میں دو امام موجود ہو جائیں۔ کیونکہ مختلف احادیث میں جو الفاظ مسیحؑ کے لئے استعمال ہوئے ہیں تقریباً وہی الفاظ مہدی کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً مختلف احادیث میں دونوں کے متعلق آتا ہے کہ خلیفۃ الرسول ہوں گے۔ دونوں عدل و حکم ہوں گے۔ دونوں کے متعلق آتا ہے کہ ان کے عہد میں دولت کی بے انتہا کثرت ہوگی۔ دونوں کے متعلق امام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں ہمیں مودودی صاحب پر ایک افسوس کا اظہار بھی کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ نے حدیث

کیف انتم اذا نزل
فیکم ابن مریم و امامکم
منکم

کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

"کیسے ہو گے تم اس وقت جبکہ تمہارے درمیان ابن مریم آئیں گے۔ اور تمہارا امام اس وقت خود تم میں سے ہوگا۔"

اگر "فیکم" ابن مریم کے بعد ہوتا تو یہ معنے ہو سکتے تھے۔ مگر موجودہ حالت میں تو یہ معنے درست نہیں۔ بلکہ یہ ہوتے ہیں کہ وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ جب دوسری احادیث بھی اس آخری معنے کی تائید کرتی ہیں۔ تو ان معنے پر کیا اعتراض ہے۔ محض اپنی طرف تعداد بڑھانے سے کیا فائدہ۔

اب اگر حدیث لاالمھدی الاعیسیٰ کو صحیح مان لیں۔ اور احادیث کو تمثیلی زبان میں تسلیم کر لیں تو حدیثوں کی تمام الجھنیں اختلافات اور تضاد دور ہو جاتے ہیں۔

سوال یہ نہیں کہ آسانی سے بھڑک جانے والی رائے عامہ کس طرف ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ معقولیت کس طرف ہے۔

احکام رمضان المبارک

(از حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

روزہ فرض ہے

سب سے پہلا مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے کہ روزہ ایک فرض ہے۔ یہ ایسا فرض ہے۔ کہ ہر ایک عورت اور مرد پر فرض ہے۔ فرض کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ وہ جس کے چھوڑنے سے انسان ایسا گنہگار ہو جاتا ہے کہ مستحق سزا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہوتا ہے۔ کہ اس کو سزا دے۔ حدیث میں آتا ہے۔ ایک شخص جو صحیح اور تندرست ہو۔ اگر جان بوجھ کر ایک روزہ بھی چھوڑ دے۔ اور پھر ساری عمر روزہ رکھتا جاوے۔ تو بھی اس ایک روزہ کے چھوڑ دینے کا یہ بدلہ نہیں ہو سکتا۔ پس روزہ ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ وہ اس کو جان بوجھ کر بغیر کسی مجبوری کے چھوڑ دے۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمہارے اوپر روزہ فرض کر دیا گیا ہے۔ پس روزہ ایک فرض ہے۔

سحری نہ کھانے سے روزہ نہیں چھوڑا جا سکتا

اس کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ روزے دار کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ کہ وہ سحری کے وقت ضرور کھانا کھائے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ سحری کے وقت اگر کوئی سوتا رہے۔ اور کھانا کھانے کے لئے نہ اٹھ سکے۔ تو روزہ بھی چھوڑ دے۔ بلکہ رمضان کے دنوں میں صبح سے شام تک کھانا اور پینا حرام ہے۔ سوائے اس شخص کے جو سفر پر ہو۔ یا مریض ہو۔ اس کے علاوہ جو شخص بھی روزہ نہیں رکھتا۔ اس کے لئے دن کے وقت کھانا پینا حرام ہے۔

مسافر اور بیمار کے روزے

دوسرا مسئلہ روزہ کے متعلق یہ ہے۔ کہ یہ ایک ایسا فرض ہے۔ کہ بیمار اور مسافر پر بھی یہ اس وقت فرض نہیں۔ جبکہ وہ سفر کی حالت میں ہو۔ یا بیمار ہو۔ لیکن جب وہ سفر سے واپس آ جاتا ہے۔ یا بیماری سے تندرست ہو جاتا ہے۔ تو اس کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ روزہ رکھے۔ اور جتنے روزے اس سے چھوٹ گئے ہیں۔ ان کو بعد میں پورا کرے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر کوئی بیمار اور مسافر روزہ رکھتا ہے۔ تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی نے کہا۔ فلاں شخص نے سفر میں بھی روزہ نہیں چھوڑا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا وہ شخص خدا تعالیٰ کو زبردستی راضی کرنا چاہتا ہے۔ پس جیسا کہ روزہ تندرست اور مقیم کے لئے رکھنا ضروری ہے۔ ویسا ہی وہ شخص جو سفر میں ہو۔ یا بیمار ہو۔ اس کے لئے رکھنا مکروہ ہے۔

بچہ کو دودھ پلانے والی عورت کا روزہ

پھر جو عورت دودھ پلانے والی ہو۔ یعنی اس کا بچہ اتنا چھوٹا ہو۔ کہ اس کا دودھ پیتا ہو۔ اس کے لئے یہ جائز ہے۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ کیونکہ اس طرح سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور وہ دودھ کے کم ہو جانے کی وجہ سے تکلیف اٹھاتا ہے۔ ہاں ایسی عورتوں کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلا دیا کریں۔ حاملہ عورت کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ اگر ایک عورت کو ایک سال حمل ہے۔ تو اگلے دو سال بچہ کو دودھ پلائے گی۔ اور اسی طرح اس کے تین سال کے روزے رہ جائیں گے۔ جو کہ خود رکھ کر پورے ہونے مشکل ہیں۔

دائم المریض اور حاملہ

پھر بیمار اور مسافر کے لئے تو یہ حکم ہے۔ کہ وہ جب بیماری سے تندرست اور سفر سے واپس آ جائے۔ تو روزے رکھ لے۔ لیکن دائم المریض اور حمل والی عورت جس کو روزوں کے رکھنے کا موقع ہی نہ ملے۔ ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلا دیا کریں۔ لیکن جس کو اتنی بھی طاقت نہ ہو۔ وہ اگر مسکین کو کھانا نہ دے۔ اور نہ روزے رکھے۔ تو اس کے لئے حرج نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے کسی حکم میں اتنی سختی نہیں رکھی۔ کہ اگر بندہ اس کو نہ کر سکتا ہو۔ تو بھی اس کے نہ کرنے پر سزا دے۔

روزہ کا وقت

تیسرا مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ روزے کے شروع ہونے کا وقت وہ ہے۔ جبکہ مشرق کی طرف سے صبح کی روشنی ظاہر ہو۔ اس لئے ہر ایک روزہ دار کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ جب رات کی سیاہی سے صبح کی روشنی ظاہر ہو۔ تو کھانا پینا اور مرد و عورت کا تعلق چھوڑ دے۔ اور روزے کو ختم اس وقت کرنا چاہیئے۔ جبکہ سورج غروب ہو جائے۔ رات کے وقت روزہ نہیں ہوتا۔ اس لئے سورج کی ٹکی غائب ہونے کے بعد سے صبح کی روشنی ظاہر ہونے تک وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ جو دوسرے ایام میں کئے جاتے ہیں۔ لیکن روزے کی حالت میں کھانا اور پینا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی بھول کر کچھ کھا لیتا ہے۔ یا پانی پی لیتا ہے۔ تو اس طرح روزہ نہیں ٹوٹتا۔ صرف اس وقت روزہ ٹوٹ سکتا ہے۔ جبکہ جان بوجھ کر کھا پی لیا جائے۔

رمضان میں تلاوت قرآن و نوافل

چوتھا مسئلہ یہ ہے۔ کہ روزوں کے مہینہ کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ روزوں کا مہینہ وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن شریف اتارا گیا۔ اور چونکہ یہ ایسا متبرک مہینہ ہے۔ کہ قرآن کریم کو اس کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اسی واسطے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں قرآن شریف بہت پڑھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ تین دن میں تمام قرآن شریف آپ نے ختم کیا۔ اس لئے اس مہینہ میں خاص طور پر قرآن شریف کو زیادہ پڑھنا چاہیئے۔ دوسرے اس مہینہ کے ساتھ نماز کا بھی خاص تعلق ہے۔ اسی واسطے اس میں نوافل پڑھنے چاہئیں۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس ماہ میں انکساری کے ساتھ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ نوافل انسان رات کے پہلے حصہ میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور پچھلے وقت بھی۔ لیکن پچھلی رات کا پڑھنا پہلی سے زیادہ افضل اور بہتر ہے۔ پھر نوافل جماعت کے ساتھ مسجد میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور اکیلا اگر پڑھ لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ عورتوں کے لئے چونکہ زیادہ تر گھر میں ہی موقع ہوتا ہے۔ اس لئے وہ گھر میں پڑھ لیں۔

روزوں میں دعائیں

پانچواں مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ روزوں میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔ کہ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اور بندہ بھی چونکہ ان دنوں میں کھاتا اور پیتا نہیں۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ کہ میں دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

روزوں میں صدقہ

چھٹا مسئلہ روزوں کے متعلق یہ ہے۔ کہ روزوں میں صدقہ کرنے کی بھی فضیلت آئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ ہی صدقہ دیا کرتے تھے۔ لیکن رمضان کے مہینہ میں خاص طور پر زیادہ صدقہ دیتے تھے۔ اور صدقہ دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی لئے جب بندہ اس مہینہ میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ دعائیں کرتا ہے۔ اور نمازیں بھی زیادہ پڑھتا ہے۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ وہ صدقہ بھی زیادہ دے۔

اعتکاف

ساتواں مسئلہ رمضان کے متعلق یہ ہے۔ کہ روزوں کے درمیان ایک عبادت اعتکاف آتی ہے۔ یعنی انسان کچھ روز مسجد کے اندر رہے۔ اور ہر وقت خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ سوائے کسی بڑی حاجت اور ضرورت کے باہر نہ جائے۔ مثلاً اگر کوئی ایسا شخص جس کے لئے کوئی کھانا وغیرہ لانے والا نہیں ہے۔ وہ اپنا کھانا وغیرہ لانے کے لئے باہر چلا جائے۔ تو وہ جا سکتا ہے۔ اعتکاف عورتیں بھی اگر پردے کا انتظام ہو۔ تو بیٹھ سکتی ہیں۔ اعتکاف بیٹھنے کے متعلق یہ ہے۔ کہ وہ رمضان کے ہر عشرہ میں جائز ہے۔ خواہ کوئی پہلے عشرہ میں بیٹھے یا درمیانی میں یا آخری میں بیٹھے۔ لیکن آخری عشرہ میں [illegible] فضیلت رکھتا ہے۔

ولادت:- خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے ۲۵ ۴/۵۴ کو ایک اور فرزند عطا فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بچہ کا نام فضل احمد ارشاد فرمایا ہے۔ جملہ احباب جماعت سے نومولود کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نومولود سردار عبدالحمید صاحب آڈیٹر لاہور کا نواسہ اور حافظ عبدالعزیز صاحب رضی اللہ عنہ سکنہ سیالکوٹ چھاؤنی کا پوتا ہے۔ خاکسار بشیر احمد واقف زندگی نائب وکیل المال تحریک جدید ربوہ

کسی نے مطالبات کی پیچیدگیوں کا احساس کیا اور اگر کسی نے کیا بھی تو غیر ہر دلعزیزی کے ڈر سے عوام کو بتانے کیلئے تیار نہ ہوا

: مسٹر دولتانہ کے ۶ مارچ والے بیان کا مقصد محض میکاویلیت (شاطرانہ) تھا!!

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کا چوتھا اور تیسرا باب

بھارت پاکستان کو گالیاں بکنے اور اسے چھوڑنے کا موقع ہاتھ سے نہیں گنواتا۔ اور وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائے بغیر نہیں رہتا۔ اس کا یہی فرقہ پرستانہ رویہ ہے۔ اور وہ یقیناً پاکستان پر اس معاہدے سے پھرنے کا الزام لگاتا جو ۸ اپریل ۱۹۵۰ء کو دونوں حکومتوں کے درمیان ہوا تھا۔ اور جس کے مطابق دونوں ملکوں میں سیاسی یا دوسرے عہدے حاصل کرنے اور اپنے ملکوں میں فوجی اور غیر فوجی دستوں میں نوکری کرنے کے لئے اقلیتوں کو اکثریت کے مساوی مواقع دینے کا یقین دلایا گیا تھا۔ اس معاہدے میں ان حقوق کو بنیادی تسلیم کیا گیا تھا اس معاہدے کے آخر میں وزیر اعظم پاکستان نے پاکستان دستور ساز اسمبلی کی اختیار کردہ قرارداد مقاصد کا ذکر کیا تھا۔ جس میں اقلیتوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا۔ کہ وہ پبلک عہدے سنبھالنے کے علاوہ فوج اور پولیس میں بھی نوکری کر سکتے ہیں۔ لیکن اب اس قرارداد مقاصد کو علماء ناقابل تردید دلیل کے طور پر اپنے دعویٰ کے استعمال کر رہے ہیں۔ کہ ایک اسلامی ریاست کے باشندوں کے درمیان مسلموں اور غیر مسلموں میں فرق قرآن و سنت کے حکم کے مطابق ہے۔ اور بنیادی ہے اور قرآن اور سنت کے مطابق احمدیوں کو جو کہ غیر مسلم کہا جاتا ہے۔ کوئی اہم عہدہ سنبھالنے کی اجازت نہیں۔ بھارت کو احمدی مذہب یا احمدیوں میں کوئی دلچسپی نہیں۔ نہ ہی اسے اس قسم کے کسی مذہبی جھگڑے سے کہ جو اس نے صاف کر دیئے ہیں۔ کوئی دلچسپی ہے۔ لیکن اسے ان مطالبات کے تسلیم کر لینے سے پیچیدگیوں کا فوراً احساس ہوا ہوگا۔ اور اس نے یہ صحیح خدشہ محسوس کیا ہوگا۔ کہ اگر احمدیوں کو ریاست میں عہدے سنبھالنے کی اجازت نہیں۔ تو ایک ہندو فرقہ جس میں بھارت کو دلچسپی ہے کو بھی یہ اجازت نہ ہوگی۔ یہ پیچیدگیاں خواجہ ناظم الدین کے ذہن میں موجود ہونگی۔ اور اپنے مذہبی عقائد اور ان مطالبات کو ماننے سے پیدا شدہ پیچیدگیوں کے متعلق انہیں کافی تکلیف دہ الجھن کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اس لئے انہوں نے علماء سے اپنی گفت و شنید طویل کر دی۔ اس امید پر کہ وہ مطالبات کو ترک کر دیں گے۔ اور یا کوئی غیر متوقع واقع اس مسئلے کو حل کر دے گا۔ یا عقل انسانی اس مسئلے کا حل تلاش کرے گی۔

انہیں اس کی امید کم ہی تھی کہ علماء جو ان کے ساتھ ان کے ساتھیوں سے مذہبی موضوع پر بھی گفت و شنید کرتے ہیں۔ وہ ان کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دیں گے۔ ... براہ راست شروع کر دیں گے۔

آخر خواجہ ناظم الدین نے مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اور اس کی وجہ بھی پیش کی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے علماء کی گرفتاری کا بھی حکم دیا۔ گرفتاریوں پر مظاہرے اور عام جلسے ہوئے جلوس نکلے اور بدنظمی پیدا ہوئی۔ ان سب باتوں کا ذکر رپورٹ کے کسی دوسرے حصے میں کیا گیا۔ ۔۔۔ فردوس شاہ ڈی۔ ایس۔ پی کو ۴ مارچ کو شام کو مسجد وزیر خان کے اندر یا باہر ہلاک کر دیا گیا۔ جہاں مولانا عبد الستار خان نیازی خود کو تحریک کا سربراہ بنائے بیٹھے تھے۔ ۵ مارچ کو لوٹ مار۔ آتشزنی۔ اور قتل و غارت کی اطلاعات ملنا شروع ہوئیں۔ اور پولیس کو کافی گولی چلانا پڑی۔ فوج کچھ نہ کر سکی۔ کیونکہ فیصلہ یہ تھا۔ کہ وہ شہری طاقت کی مدد کے لئے آئی ہے۔ اسے صرف پولیس کا ہاتھ بٹانا ہے۔ اور وہ اس وقت تک آزادانہ طور پر کچھ نہیں کر سکتی۔ جب تک کوئی خاص صورت حال اس کے سپرد نہ کی جائے۔ بار بار کی فائرنگ کے باوجود صورت حال میں بہتری کے آثار دکھائی نہ دیئے۔ بلکہ وہ اور زیادہ خراب ہو گئی۔ ۵ مارچ کی دوپہر کو گورنمنٹ ہاؤس میں شہریوں کے اجلاس میں کوئی راہنما۔ سیاستدان یا شہری، شہریوں کے نام اس اپیل پر دستخط کر کے غیر مقبول نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کہ وہ ہوشمندی سے کام لیں۔ بلوائی کوتوالی کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے ۵ مارچ کی شام کو وزیروں اور افسروں کے اجلاس میں جو فیصلے کئے گئے پولیس نے اسے فائرنگ بند کرنے کی ہدایت تصور کیا۔ اس لئے کوتوالی بلوائیوں کے گھیرے میں رہی اور ۶ مارچ کی صبح کو حکومت کی مشینری اس وقت بالکل ختم نظر آتی تھی۔ جب اس نے لاقانونیت کے آگے ہتھیار ڈال دینے کا کھلے بندوں اعلان کر دیا۔ وزیر اعلیٰ کے اس صبح والے بیان کا مقصد میکاویلیت (شاطرانہ) تھا۔ لیکن اس چال کی کامیابی سے پہلے ہی صورت حال بالکل بے قابو ہو گئی۔ اور شہریوں کے جان و مال کے لئے خطرے کا احساس ہوا۔

مگر فوج زیادہ انتظار نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے صورت حال کو سنبھال لیا۔

آخر میں ہم وہ اسباب بتانا چاہتے ہیں جن کی بناء پر مارشل لاء کا اعلان کرنا پڑا۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) انتظامی مشینری میں مکمل تعطل اور غیر فوجی طاقت کی مکمل ناکامی جس کا نتیجہ تھا کہ حکومت پنجاب نے ۶ مارچ کو اعلان کر دیا۔ کہ وہ مطالبات کو تسلیم کرتی ہے (۲) لاقانونیت کی وسعت اور شدت جس کی وجہ سے یہ تعطل پیدا ہوا۔ (۳) لاقانونیت کی وسعت اور شدت کو ان حالات پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایک طرف حکومت بے یار و مددگار ہو چکی تھی۔ اور دوسری طرف مطالبات کو مذہبی رنگ دیا جا چکا تھا۔ اور عوام میں یہ مشہور کیا گیا تھا۔ کہ احمدی رسول اکرمؐ کے رتبے کو کم کرتے ہیں۔ اور اسلام کے ایک بنیادی نظریئے پر ضرب لگا رہے ہیں۔

(۴) کسی نے مطالبات کی پیچیدگیوں کا احساس نہ کیا۔ اور اگر کسی نے ایسا کیا۔ تو وہ سیاسی تائید سے محرومی یا غیر ہر دلعزیزی کے ڈر سے عوام کو یہ پیچیدگیاں بتانے کے لئے تیار نہ ہو سکا۔

(۵) مطالبات بظاہر ایک ناقابل یقین انداز میں پیش کئے گئے۔ اگر کسی ایسی بات پر زور دیا جائے۔ جس کا اسلام یا اسلامی ریاست سے ذرہ بھر بھی تعلق ہو تو کوئی اس کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ مرکزی حکومت بھی ایسا نہ کر سکتی۔ جس نے گذشتہ کئی ماہ میں جبکہ تحریک اپنی تمام پیچیدگیوں کے ساتھ پرتول رہی تھی۔ اس موضوع پر کوئی عام اعلان نہیں کیا تھا۔

فسادات

اب رپورٹ کے تیسرے باب "فسادات" کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

مجلس عمل کے ارکان کو کراچی میں ۲۷ فروری کو گرفتار کیا گیا۔ تحریک کے راہنماؤں نے کراچی سے ٹیلیفون پر جو ہدایات لاہور بھیجیں۔ ان کے مطابق رضاکاروں کے بعض دستے پہلے ہی لاہور سے کراچی روانہ ہو چکے تھے۔ ایک دستہ جو ۲۷ فروری کو غازی علم الدین کی قیادت میں جا رہا تھا۔ اسے پنجاب پولیس نے لودھراں ریلوے سٹیشن پر روک لیا۔ لیکن دوسرے دو دستے جن میں سے ایک ۲۵ تاریخ کو سراج الدین سالار اور دوسرا ۲۶ تاریخ کو صاحبزادہ فیض الحسن کی قیادت میں روانہ ہوا کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حکومت پنجاب نے اس فیصلہ پر عمل کیا۔ جو ۲۷۔ اور ۲۸ فروری کی رات کو کراچی میں ہوا تھا انسپکٹر جنرل پولیس نے کراچی سے واپسی پر جن افراد کی فہرستیں تیار کی تھیں۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا ان گرفتاریوں سے صوبہ بھر میں لاقانونیت اور تلخی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ خاص طور پر لاہور سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ راولپنڈی۔ لائل پور اور منٹگمری میں لاقانونیت کی لہر اس قدر زور پکڑ گئی۔ کہ اس پر قابو پانا ممکن نہ رہا۔ اور ۶ مارچ کو فوج کو شہر میں مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

لاہور کے واقعات

۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کراچی میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کے مطابق مولانا اختر علی خان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے گئے تھے لیکن جب اس پولیس افسر نے جس کے ذمہ ان کی گرفتاری تھی۔ وارنٹ مولانا کو دکھائے۔ تو انہوں نے اس سے وعدہ کیا۔ کہ اگر انہیں گرفتار کیا جائے۔ تو تحریک سے اپنے تعلقات منقطع کر لیں گے۔ اس پر انہیں تھانہ سول لائن میں لے جایا گیا۔ جہاں انہوں نے یہ معافی نامہ لکھا۔

"موجودہ تحریک نے جو صورت اختیار کی ہے۔ میں اسے پاکستان کی سالمیت کے لئے نقصان دہ سمجھتا ہوں مجھے اندیشہ ہے۔ کہ یہ تحریک اسی طرح جاری رہی۔ تو پاکستان کے دشمن اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔ ہر پاکستانی اس قسم کی تحریک کو ناپسندیدگی سے دیکھے گا جو پاکستان کی سالمیت کو خطرے میں ڈالے۔ اس تحریک کے موجودہ رخ سے ملک میں نااتفاقی اور بدنظمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ خدانخواستہ اگر فسادات زیادہ ہو گئے۔ اور حکومت کو طاقت استعمال کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تو یہ طرفین کے لئے بہت زیادہ نقصان کا باعث ہوگا۔ میری رائے میں مسلمان کے خون کا ایک قطرہ ساری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے اس لئے ہمیں صورت حال کو مستحکم بنانے کے لئے اس معاملہ پر مزید غور کرنا چاہیئے۔ میرا موجودہ لائحہ عمل ...

اختر علی خاں نے ۲ مارچ کو عوام کو یقین دلایا کہ وہ پہلے کی طرح اب بھی صدق دل سے تحریک کے ساتھ ہیں

سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے نہ کبھی تشدد کی وکالت کبھی کی۔ میں نہ جنرل۔ وزیر اعظم اور دوسری متعدد شخصیتوں کو گالیاں بکیں۔ ان کے جنازے نکالے۔ یا ان کے مکانوں پر پکٹنگ کرنے کے حق میں کبھی نہیں تھا۔ ایسی باتیں کرنا تو درکنار میرے [illegible] تو ان کے بارے میں سوچنا تک بھی کسی صحیح الدماغ پاکستانی کے لئے درست نہیں۔ ملک کی اندرونی ایڈمنسٹریشن کے استحکام اور بیرونی دنیا میں اس کے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں ہر اس فعل سے احتراز کرنا چاہیئے۔ جو ہمیں دنیا کی نگاہوں میں ذلیل کر کے رکھ دے۔"

اس دستاویز کے مطابق مولانا کے نزدیک مسلمان کے خون کا ایک قطرہ ساری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے۔ مولانا کو "راست اقدام" سے کوئی تعلق نہیں۔ تحریک نے جو صورت اختیار کر لی تھی۔ اس میں پاکستان کی سالمیت کے لئے ایک دھمکی مضمر تھی مولانا ہر قسم کے تشدد اور بد نظمی کے خلاف تھے۔ وہ وزیر اعظم کا جنازہ نکالنا [illegible] کے مکانوں پر پکٹنگ ایسی چیزیں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور وہ ہر اس چیز کے خلاف تھے۔ جو پاکستان کو دنیا کی نگاہوں میں بدنام کرنے والی ہو۔ اس معافی کے پیش نظر مولانا اختر علی خاں کو گرفتار نہ کیا گیا۔ اور ان کے اخبار "زمیندار" کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ یہاں تک کہ اس نے ۲۸ فروری کو پھر غلط طرز عمل اختیار کیا۔

جلوس

۲۸ فروری ۱۹۵۳ء ۔ ۲۷ تاریخ کو کراچی میں اور ۲۷ اور ۲۸ فروری کی رات کو پنجاب میں گرفتاریاں ہونے کی وجہ سے لاہور میں دوکانیں بند رہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی احتجاجی جماعتیں گلی کوچوں میں گھوم کر غیر رضامند دوکانداروں کو دوکانیں بند کرنے پر زور دیتی رہیں۔ دوپہر کو باغ بیرون دہلی دروازے میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جہاں ایسے رضا کاروں کو ہار پہنائے گئے۔ جنہوں نے خود کو گرفتاریوں کے لئے تیار کیا تھا۔ اور انہیں سول سکرٹریٹ کی جانب جلوس کی شکل میں لے جایا گیا۔

راستے میں جلوس نے اپنا خیال بدل لیا۔ اور گورنمنٹ ہاؤس کی طرف جانے کے ارادے سے مال روڈ پر چلنا شروع کر دیا۔ ہجوم پانچ چھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ لیکن اس وقت اس کا تشدد کی جانب کوئی رجحان نہیں تھا۔ جلوس والے صرف حکومت۔ پولیس اور احمدیوں کے خلاف نعروں پر اکتفا کر رہے تھے۔ جلوس کو چیرنگ کراس پر روک لیا گیا۔ اور اسے منتشر ہونے کو کہا گیا۔ اس وقت وہاں کمشنر۔ انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ بھی موجود تھے۔ ہار پہنے ہوئے رضا کار آگے بڑھے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ چونکہ پبلک کے اجتماع یا جلوس پر کوئی پابندی نہیں۔ اور انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اس لئے انہیں گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ رضا کاروں نے گرفتار کئے جانے پر زور دیا۔ اور سڑک کو ٹریفک کے لئے صاف کرنے کی غرض سے انہیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۰۷ اور ۱۵۱ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ اور ٹرک میں بٹھا کر شہر سے کچھ فاصلے پر لے جا کر چھوڑ دیا گیا۔ ہجوم پھر منتشر ہو کر مختلف سمتوں میں بکھر گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کمشنر ہوم سیکرٹری انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے تھانہ سول لائنز میں میٹنگ کی۔ اور صورت حال پر بحث کے بعد جلسوں جلوسوں پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا۔

معافی کا رد عمل

یکم مارچ۔ یہ جلوسوں اور گرفتاریوں کا دن تھا۔ یہ خبر کہ مولانا اختر علی خاں نے معافی مانگ لی ہے۔ سارے شہر میں پھیل گئی۔ لوگوں کو غصہ آگیا۔ اور انہوں نے میکلوڈ روڈ پر مولانا کے گھر کو گھیر لیا۔ پولیس کا ایک دستہ موقع پر پہنچ گیا۔ اور مولانا کے بیٹے کی طرف سے یہ یقین دلائے جانے پر کہ مولانا اپنے گاؤں کرم آباد ضلع گوجرانوالہ میں ہیں۔ ہجوم منتشر ہو گیا۔ اس وقت مولانا احمد علی نے دہلی دروازہ کے باہر ایک بڑا جلوس منظم کیا۔ یہ ہجوم تشدد پر آمادہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے پولیس کی ایک گاڑی پر خشت باری کر کے اسے نقصان پہنچایا۔ مولانا احمد علی کو پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت اور دوسرے ۲۲ افراد کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۰۷ اور ۱۵۱ کے تحت گرفتار کیا گیا۔ ایک اور جلوس ہائی کورٹ کی بلڈنگ کے پاس سے نکلا جو گورنمنٹ ہاؤس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے روک دیا گیا اور ایڈیشنل ایس۔ پی نے ۲۹ افراد کو گرفتار کر لیا۔ دوپہر کے بعد گورنمنٹ ہاؤس کے لئے دہلی دروازے کے باہر سے ایک اور جلوس نکلا۔ لیکن اسے کمشنر۔ ہوم سکرٹری۔ انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی موجودگی میں چیرنگ کراس پر روک لیا گیا۔ بہت سے آدمیوں نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ انہیں ٹرک میں بٹھا کر پہلے دن کی طرح لاہور سے باہر لے جا کر چھوڑ دیا گیا۔ ہجوم پھر تشدد کے اظہار کے بغیر منتشر ہو گیا۔

بزدلی کا طعنہ

۲ مارچ معلوم ہوتا ہے۔ یہ سن کر کہ مولانا اختر علی تحریک سے پسپائی اختیار کر کے کرم آباد میں خانہ نشین ہو گئے ہیں بعض مقامی افراد ان کے پاس گئے۔ اور انہیں بزدلی کا طعنہ دیا۔ مولانا نے اس الزام سے انکار کیا۔ اور یکم مارچ کی شام یا ۲ مارچ کی صبح کو لاہور آگئے۔ وہ مسجد وزیر خاں پہنچے۔ اور اپنے موقف کی وضاحت کرنے کی سعی کرتے ہوئے یقین دلایا۔ کہ وہ پہلے کی طرح اب بھی صدق دل سے تحریک کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا۔ کہ وہ اسی روز تیسرے پہر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کریں گے۔ اس اعلان کے مطابق شام کو دس ہزار افراد کا ایک جلوس مسجد وزیر خاں سے روانہ ہوا۔ اس جلوس کو جو بڑا مخالفانہ اور ہنگامہ پرور انداز لئے ہوئے تھا چیرنگ کراس کے قریب روکا گیا۔ یہاں کمشنر۔ ہوم سکرٹری انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس اور ایس۔ ایس۔ پی موجود تھے۔ جلوس کو غیر قانونی اجتماع قرار دیا گیا۔ اور مولانا اور بعض دوسرے افراد کو گرفتار کر کے ایک جگہ پولیس کے گھیرے میں رکھا گیا۔ اس موقع پر کوئی ایک ہزار افراد کے ہجوم نے پولیس پر اچانک ہلہ بول دیا۔ اور اینٹیں روڑے۔ ٹین کے ڈبے۔ بوتلیں اور دوسری چیزیں پھینکنی شروع کر دیں۔ اس حملہ میں پولیس کے گیارہ عہدیدار جن میں دو سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس یعنی مسٹر ذوالقرنین خاں اور مسٹر ٹیلر بھی شامل تھے۔ زخمی ہو گئے۔ حملہ آور ہجوم پر لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ پھر مولانا اختر علی خاں کو جیل میں لے جایا گیا۔ اور اکتالیس افراد کو حملہ اور بلوہ کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ جن لوگوں کو مولانا اختر علی خاں کے ساتھ پہلے گرفتار کیا گیا تھا۔ انہیں پہلے کی طرح لاہور سے باہر لے جا کر چھوڑ دیا گیا۔ اتنے میں ہجوم منتشر ہو گیا۔ اس کے بعد کمشنر ہوم سیکرٹری۔ انسپکٹر جنرل پولیس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی نے تھانہ سول لائنز میں کانفرنس کی صورت حال چونکہ بڑی سرعت سے خراب ہو رہی تھی۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ دسویں ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کو اطلاع دی جائے اور ان سے درخواست کی جائے۔ کہ فوج نے کہ آجائے۔ اور شہری طاقت کی اعانت کے لئے تیار رہیں۔ جرنیل صاحب خود تو نہیں آئے۔ لیکن انہوں نے اپنے جنرل سٹاف آفیسر نمبر ۱ لیفٹیننٹ کرنل شیریں خاں اور دو اور افسروں کو بھیجا۔ جنہوں نے آ کر بتایا کہ فوج کو بلانے کے لئے صوبائی حکومت کی جانب سے مطالبہ ضروری ہے۔ اس پر تھوڑی سی بحث ہوئی۔ شہری حکام کو اس امر پر اصرار تھا۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو حکومت سے کچھ سنے بغیر فوج سے مدد طلب کرنے کا اختیار ہے۔ اس کے برعکس فوجی حکام اس موقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔ کہ چونکہ فوج کے خرچ کا سوال بیچ میں آپڑتا ہے۔ اس لئے اسے طلب کرنے کی درخواست رسمی طور پر صوبائی حکومت کی جانب سے آنی چاہیئے۔ اس بحث میں انسپکٹر جنرل پولیس نے حکومت پنجاب کی جانب سے تحریری مطالبہ کرنے کی پیشکش کی۔ اس لئے ایک مراسلہ کا مسودہ مرتب کیا گیا۔ اور ہوم سیکرٹری نے دستخط کر کے اسے فوجی افسروں کے حوالے کر دیا۔ اس مراسلہ میں کہا گیا تھا۔ چونکہ لاہور میں سخت گڑبڑ ہونے کا اندیشہ ہے۔ [illegible] کیا جا رہا ہے۔ کہ شہری حکام شاید صورت حال سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ اس لئے صوبائی حکومت نے ہوم سیکرٹری سے کہا ہے۔ کہ گڑبڑ کو روکنے یا دبانے کی غرض سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اعانت کے لئے وہ فوجی امداد کی درخواست کریں۔ اس تحریری مطالبہ میں کہا گیا۔ کہ فوج کی تعداد اور اس کے قیام کے وقت اور طریقہ کی تفصیلات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ظاہر بھی جنرل آفیسر کمانڈنگ کو بتائیں گے۔ کانفرنس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا۔ کہ دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے تحت ایک حکم جاری کر دیا جائے۔ جس کی رو سے لاہور کارپوریشن کے بعض حصوں میں جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی جائے۔ اسی شام کابینہ کا ایک اجلاس وزیر اعلیٰ کی قیام گاہ پر ہوا۔ اس میں چیف سکرٹری اور وہ افسر بھی شامل ہوئے۔ جنہوں نے صبح تھانہ سول لائنز میں کانفرنس

(باقی دیکھو مسلسل صفحہ ۷ پر)

کسی نے مطالبات کی پیچیدگیوں کا احساس نہ کیا اور اگر کسی نے کیا بھی تو غیر ہر دلعزیزی کے ڈر سے عوام کو بتانے کیلئے تیار نہ ہوا

مسٹر دولتانہ کے ۶ مارچ والے بیان کا مقصد محض میکاویلیت (شاطرانہ) تھا!!

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کا چوتھا اور تیسرا باب

بھارت پاکستان کو گالیاں بکنے اور اسے چھوڑنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں گنواتا۔ اور وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائے بغیر نہیں رہتا۔ اس کا یہی فرقہ پرستانہ رویہ ہے۔ اور وہ یقیناً پاکستان پر اس معاہدے سے پھرنے کا الزام لگاتا جو ۸ اپریل ۱۹۵۰ء کو دونوں حکومتوں کے درمیان ہوا تھا۔ اور جس کے مطابق دونوں ملکوں میں سیاسی یا دوسرے عہدے حاصل کرنے اور اپنے ملکوں میں فوجی اور غیر فوجی دستوں میں نوکری کرنے کے لئے اقلیتوں کو اکثریت کے مساوی مواقع دینے کا یقین دلایا گیا تھا۔ اس معاہدے میں ان حقوق کو بنیادی تسلیم کیا گیا تھا اس معاہدے کے آخر میں وزیر اعظم پاکستان نے پاکستان دستور ساز اسمبلی کی اختیار کردہ قرارداد مقاصد کا ذکر کیا تھا۔ جس میں اقلیتوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ وہ پبلک عہدے سنبھالنے کے علاوہ فوج اور پولیس میں بھی نوکری کر سکتے ہیں۔ لیکن اب اس قرارداد مقاصد کو علماء ناقابل تردید دلیل کے طور پر اپنے دعویٰ کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ کہ ایک اسلامی ریاست کے باشندوں کے درمیان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں فرق قرآن اور سنت کے حکم کے مطابق ہے۔ اور بنیادی ہے اور قرآن اور سنت کے مطابق احمدیوں کو جن کو غیر مسلم کہا جاتا ہے کوئی اہم عہدہ سنبھالنے کی اجازت نہیں۔ بھارت کو احمدی مذہب یا احمدیوں میں کوئی دلچسپی نہیں۔ نہ ہی اسے اس قسم کے کسی مذہبی جھگڑے سے کہ جو اس نے صاف کر دیئے ہیں۔ کوئی دلچسپی ہے۔ لیکن اسے ان مطالبات کے تسلیم کر لینے سے پیچیدگیوں کا فوراً احساس ہوا ہوگا۔ اور اس نے یہ صحیح خدشہ محسوس کیا ہوگا۔ کہ اگر احمدیوں کو ریاست میں عہدے سنبھالنے کی اجازت نہیں۔ تو ایک ہندو فرقہ ہے جس میں بھارت کو دلچسپی ہے کو بھی یہ اجازت نہ ہوگی۔ یہ پیچیدگیاں خواجہ ناظم الدین کے ذہن میں موجود ہونگی۔ اور اپنے مذہبی عقائد اور ان مطالبات کو ماننے سے پیدا شدہ پیچیدگیوں کے متعلق انہیں کافی تکلیف دہ الجھن کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اس لئے انہوں نے علماء سے اپنی گفت و شنید طویل کر دی۔ اس امید پر کہ وہ مطالبات کو ترک کر دیں گے۔ اور یا کوئی غیر متوقع واقعہ اس مسئلے کو حل کر دے گا۔ یا عقل انسانی اس مسئلے کا حل تلاش کرے گی۔

انہیں اس کی امید کم ہی تھی۔ کہ علماء جو ان سے اور ان کے ساتھیوں سے مذہبی موضوع پر ہی گفت و شنید کرتے ہیں۔ وہ ان کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دیں گے۔ اور باغیانہ حرکات شروع کر دیں گے۔

آخر خواجہ ناظم الدین نے مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اور اس کی وجہ بھی پیش کی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے علماء کی گرفتاری کا بھی حکم دیا۔ گرفتاریوں پر مظاہرے اور عام جلسے ہوئے۔ جلوس نکلے اور بد نظمی پیدا ہوئی۔ ان سب باتوں کا ذکر رپورٹ کے کسی دوسرے حصے میں کیا گیا ہے۔ سید فردوس شاہ ڈی۔ ایس۔ پی کو ۴ مارچ کی شام کو مسجد وزیر خان کے اندر یا باہر ہلاک کر دیا گیا۔ جہاں مولانا عبد الستار خان نیازی خود کو تحریک کا سربراہ بنائے بیٹھے تھے۔ ۵ مارچ کو لوٹ مار۔ آتشزنی۔ اور قتل و غارت کی اطلاعات ملنا شروع ہوئیں۔ اور پولیس کو کافی گولی چلانا پڑی۔ فوج کچھ نہ کر سکی۔ کیونکہ فیصلہ یہ تھا۔ کہ وہ شہری طاقت کی مدد کے لئے آئی ہے۔ اسے صرف پولیس کا ہاتھ بٹانا ہے۔ اور وہ اس وقت تک آزادانہ طور پر کچھ نہیں کر سکتی۔ جب تک کوئی خاص صورت حال اس کے سپرد نہ کی جائے۔ بار بار کی فائرنگ کے باوجود صورت حال میں بہتری کے آثار دکھائی نہ دیئے۔ بلکہ وہ اور زیادہ خراب ہو گئی۔ ۵ مارچ کی دوپہر کو گورنمنٹ ہاؤس میں شہریوں کے اجلاس میں کوئی مذہبی راہنما یا سیاستدان یا شہری، شہریوں کے نام اس اپیل پر دستخط کر کے غیر مقبول نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کہ وہ ہوشمندی سے کام لیں۔ بلوائی کوتوالی کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے ۵ مارچ کی شام کو وزیروں اور افسروں کے اجلاس میں جو فیصلے کئے گئے۔ پولیس نے اسے فائرنگ بند کرنے کی ہدایت تصور کیا۔ اس لئے کوتوالی بلوائیوں کے گھیرے میں رہی اور ۶ مارچ کی صبح کو حکومت کی مشینری اس وقت بالکل ختم نظر آتی تھی۔ جب اس نے لاقانونیت کے آگے ہتھیار ڈال دینے کا کھلے بندوں اعلان کر دیا۔ وزیر اعلیٰ کے اس صبح والے بیان کا مقصد میکاولیت تھا۔ لیکن اس چال کی کامیابی سے پہلے ہی صورت حال بالکل بے قابو ہو گئی۔ اور شہریوں کے جان و مال کے لئے خطرے کا احساس ہوا۔

مگر فوج زیادہ انتظار نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے صورت حال کو سنبھال لیا۔

آخر میں ہم وہ اسباب بتانا چاہتے ہیں جن کی بنا پر مارشل لاء کا اعلان کرنا پڑا۔ یہ اسباب حسب ذیل ہیں:۔

(۱) انتظامیہ مشینری میں مکمل تعطل اور غیر فوجی طاقت کی مکمل ناکامی اس کا نتیجہ تھا کہ حکومت پنجاب نے ۶ مارچ کو اعلان کر دیا۔ کہ وہ مطالبات کو تسلیم کرتی ہے۔ (۲) لاقانونیت کی وسعت اور شدت جس کی وجہ سے یہ تعطل پیدا ہوا۔

(۳) لاقانونیت کی وسعت اور شدت کو براہ راست ان حالات پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایک طرف حکومت اپنا وقار کھو چکی تھی۔ اور دوسری طرف مطالبات کو مذہبی رنگ دیا جا چکا تھا۔ اور عوام میں یہ مشہور کیا گیا تھا۔ کہ احمدی رسول اکرم ﷺ کے رتبے کو کم کر رہے ہیں۔ اور اسلام کے ایک بنیادی نظریئے پر ضرب لگا رہے ہیں۔

(۴) کسی نے مطالبات کی پیچیدگیوں کا احساس نہ کیا۔ اور اگر کسی نے ایسا کیا۔ تو وہ سیاسی تائید سے محرومی یا غیر ہر دلعزیزی کے ڈر سے عوام کو یہ پیچیدگیاں بتانے کے لئے تیار نہ ہو سکا۔

(۵) مطالبات بظاہر ایک ناقابل یقین انداز میں پیش کئے گئے۔ اگر کسی ایسی بات پر زور دیا جائے۔ جس کا اسلام یا اسلامی ریاست سے ذرہ بھر بھی تعلق ہو۔ تو کوئی اس کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ مرکزی حکومت بھی ایسا نہ کر سکی۔ جس نے گذشتہ کئی ماہ میں جبکہ تحریک اپنی تمام تر پیچیدگیوں کے ساتھ پر تول رہی تھی۔ اس موضوع پر کوئی عام اعلان نہیں کیا تھا۔

فسادات

اب رپورٹ کے تیسرے باب "فسادات" کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

مجلس عمل کے ارکان کو کراچی میں ۲۷ فروری کو گرفتار کیا گیا۔ تحریک کے رہنماؤں نے کراچی سے ٹیلیفون پر جو ہدایات لاہور بھیجیں۔ ان کے مطابق رضاکاروں کے بعض دستے پہلے ہی لاہور سے کراچی روانہ ہو چکے تھے۔ ایک دستہ جو ۲۷ فروری کو غازی علم الدین کی قیادت میں جا رہا تھا۔ اسے پنجاب پولیس نے لودھراں ریلوے سٹیشن پر روک لیا۔ لیکن دوسرے دو دستے جن میں سے ایک ۲۵ تاریخ کو سراج الدین سالار اور دوسرا ۲۶ تاریخ کو صاحبزادہ فیض الحسن کی قیادت میں روانہ ہوا کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حکومت پنجاب نے اس فیصلہ پر عمل کیا۔ جو ۲۷ اور ۲۸ فروری کی رات کو کراچی میں ہوا تھا انسپکٹر جنرل پولیس نے کراچی سے واپسی پر جن افراد کی فہرستیں تیار کی تھیں۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا ان گرفتاریوں سے صوبہ بھر میں لاقانونیت اور تلخی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ خاص طور پر لاہور سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ راولپنڈی۔ لائل پور اور منٹگمری میں لاقانونیت کی لہر اس قدر زور پکڑ گئی۔ کہ اس پر قابو پانا ممکن نہ رہا۔ اور ۶ مارچ کو فوج کو شہر میں مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

لاہور کے واقعات

۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کراچی میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کے مطابق مولانا اختر علی خان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے گئے تھے لیکن جب اس پولیس افسر نے جس کے ذمہ ان کی گرفتاری تھی۔ وہ وارنٹ مولانا کو دکھائے۔ تو انہوں نے اس سے وعدہ کیا۔ کہ اگر انہیں گرفتار نہ کیا جائے۔ تو تحریک سے اپنے تعلقات منقطع کر لیں گے۔ اس پر انہیں تھانہ سول لائن میں لے جایا گیا۔ جہاں انہوں نے یہ معافی نامہ لکھا:۔

"موجودہ تحریک نے جو صورت اختیار کی ہے۔ میں اسے پاکستان کی سالمیت کے لئے نقصان دہ سمجھتا ہوں مجھے اندیشہ ہے۔ کہ یہ تحریک اسی طرح جاری رہی۔ تو پاکستان کے دشمن اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔ ہر پاکستانی اس قسم کی تحریک کو ناپسندیدگی سے دیکھے گا جو پاکستان کی سالمیت کو خطرے میں ڈالے۔ اس تحریک کے موجودہ رخ سے ملک میں نااتفاقی اور بد نظمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ خدانخواستہ اگر فسادات زیادہ ہو گئے۔ اور حکومت کو طاقت استعمال کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تو یہ وطن کے لئے بہت زیادہ نقصان کا باعث ہوگا۔ میری رائے میں مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ ساری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے اس لئے ہمیں صورت حال کو مستحکم بنانے کے لئے اس معاملہ پر مزید غور کرنا چاہیئے۔ میرا موجودہ اقدام

اختر علی خاں نے ۲ مارچ کو عوام کو یقین دلایا کہ وہ پہلے کی طرح اب بھی صدق دل سے تحریک کے ساتھ ہیں

سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے نہ کبھی تشدد کی وکالت کہیں کی۔ میں گورنر جنرل۔ وزیر اعظم اور دوسری متعدد شخصیتوں کو گالیاں بکنے۔ ان کے جنازے نکالنے۔ یا ان کے مکانوں پر پکٹنگ کرنے کے حق میں کبھی نہیں تھا۔ ایسی باتیں کرنا تو درکنار میرے نزدیک تو ان کے بارے میں سوچنا تک بھی کسی صحیح الدماغ پاکستانی کے لئے درست نہیں۔ ملک کی اندرونی ایڈمنسٹریشن کے استحکام اور بیرونی دنیا میں اس کے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں ہر اس فعل سے احتراز کرنا چاہیئے۔ جو ہمیں دنیا کی نگاہوں میں ذلیل کر کے رکھ دے"۔

اس دستاویز کے مطابق مولانا کے نزدیک مسلمان کے خون کا ایک قطرہ ساری کائنات سے زیادہ قیمتی ہے۔ مولانا کا "راست اقدام" سے کوئی تعلق نہیں۔ تحریک نے جو صورت اختیار کر لی تھی۔ اس میں پاکستان کی سالمیت کے لئے ایک دھمکی مضمر تھی۔ مولانا ہر قسم کے تشدد اور بدنظمی کے خلاف تھے۔ وہ وزیر اعظم کا جنازہ نکالنا اور دوسرے لیڈروں کے مکانوں پر پکٹنگ ایسی چیزیں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور وہ ہر اس چیز کے خلاف تھے۔ جو پاکستان کو دنیا کی نگاہوں میں بدنام کرنے والی ہو۔ اسی معافی کے پیش نظر مولانا اختر علی خاں کو گرفتار نہ کیا گیا۔ اور ان کے اخبار "زمیندار" کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ یہاں تک کہ اس نے ۲۸ فروری کو پھر غلط طرزِ عمل اختیار کیا۔

جلوس

۲۸ فروری ۱۹۵۳ء۔ ۲۷ تاریخ کو کراچی میں اور ۲۷ اور ۲۸ فروری کی رات کو پنجاب میں گرفتاریاں ہونے کی وجہ سے لاہور میں دوکانیں بند رہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی احتجاجی جماعتیں گلی کوچوں میں گھوم کر غیر رضامند دوکانداروں کو دوکانیں بند کرنے پر زور دیتی رہیں۔ دوپہر کو باغ بیرون دہلی دروازے میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ جہاں ایسے رضاکاروں کو ہار پہنائے گئے۔ جنہوں نے خود کو گرفتاریوں کے لئے تیار کیا تھا۔ اور انہیں سول سکرٹریٹ کی جانب جلوس کی شکل میں لے جایا گیا۔

راستے میں جلوس نے اپنا خیال بدل لیا۔ اور گورنمنٹ ہاؤس کی طرف جانے کے ارادے سے مال روڈ پر چلنا شروع کر دیا۔ ہجوم پانچ چھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ لیکن اس وقت اس کا تشدد کی جانب کوئی رجحان نہیں تھا۔ جلوس والے صرف حکومت۔ پولیس اور احمدیوں کے خلاف نعروں پر اکتفا کر رہے تھے۔ جلوس کو چیئرنگ کراس پر روک لیا گیا۔ اور اسے منتشر ہونے کو کہا گیا۔ اس وقت وہاں کمشنر۔ انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ بھی موجود تھے۔ ہار پہنے ہوئے رضاکار آگے بڑھے۔ اور انہوں نے اپنے کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ چونکہ پبلک کے اجتماع یا جلوس پر کوئی پابندی نہیں۔ اور انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اس لئے انہیں گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ رضاکاروں نے گرفتار کئے جانے پر زور دیا۔ اور سڑک کو ٹریفک کے لئے صاف کرنے کی غرض سے انہیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۰۷ اور ۱۵۱ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ اور ٹرک میں بٹھا کر شہر سے کچھ فاصلے پرے جا کر چھوڑ دیا گیا۔ ہجوم پھر منتشر ہو کر مختلف سمتوں میں بکھر گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کمشنر ہوم سیکرٹری انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے تھانہ سول لائن میں میٹنگ کی۔ اور صورتِ حال پر بحث کے بعد جلسوں جلوسوں پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا۔

معافی کا ردِّ عمل

یکم مارچ۔ یہ جلوسوں اور گرفتاریوں کا دن تھا۔ یہ خبر کہ مولانا اختر علی خاں نے معافی مانگ لی ہے۔ سارے شہر میں پھیل گئی۔ لوگوں کو غصہ آ گیا۔ اور انہوں نے میکلوڈ روڈ پر مولانا کے گھر کو گھیر لیا۔ پولیس کا ایک دستہ موقع پر پہنچ گیا۔ اور مولانا کے بیٹے کی طرف سے یہ یقین دلائے جانے پر کہ مولانا اپنے گاؤں کرم آباد ضلع گوجرانوالہ میں ہیں۔ ہجوم منتشر ہو گیا۔ اس وقت مولانا احمد علی نے دہلی دروازہ کے باہر ایک بڑا جلوس منظم کیا۔ یہ ہجوم تشدد پر آمادہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے پولیس کی ایک گاڑی پر خشت باری کر کے اسے نقصان پہنچایا۔ مولانا احمد علی کو پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت اور دوسرے ۲۲ افراد کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۰۷ اور ۱۵۱ کے تحت گرفتار کیا گیا۔ ایک اور جلوس ہائی کورٹ کی بلڈنگ کے پاس سے نکلا۔ جو گورنمنٹ ہاؤس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے روک دیا گیا اور ایڈیشنل ایس۔ پی نے ۲۹ افراد کو گرفتار کر لیا۔ دوپہر کے بعد گورنمنٹ ہاؤس کے لئے دہلی دروازے کے باہر سے ایک اور جلوس نکلا۔ لیکن اسے کمشنر ہوم سکرٹری۔ انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی موجودگی میں چیئرنگ کراس پر روک لیا گیا۔ بہت سے آدمیوں نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ انہیں ٹرک میں بٹھا کر پہلے دن کی طرح لاہور سے باہر لے جا کر چھوڑ دیا گیا۔ ہجوم پھر تشدد کے آثار ظاہر کئے بغیر منتشر ہو گیا۔

بزدلی کا طعنہ

۲ مارچ معلوم ہوتا ہے۔ یہ سن کر کہ مولانا اختر علی خاں تحریک سے پسپائی اختیار کر کے کرم آباد میں خانہ نشین ہو گئے ہیں بعض مقامی افراد ان کے پاس گئے۔ اور انہیں بزدلی کا طعنہ دیا۔ مولانا نے اس الزام سے انکار کیا۔ اور یکم مارچ کی شام یا ۲ مارچ کی صبح کو لاہور آئے۔ وہ مسجد وزیر خاں پہنچے۔ اور اپنے موقف کی وضاحت کرنے کی سعی کرتے ہوئے یقین دلایا۔ کہ وہ پہلے کی طرح اب بھی صدق دل سے تحریک کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا۔ کہ وہ اس روز تیسرے پہر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کریں گے۔ اس اعلان کے مطابق شام کو دس ہزار افراد کا ایک جلوس مسجد وزیر خاں سے روانہ ہوا۔ اس جلوس کو جو بڑا مخالفانہ اور ہنگامہ پرور انداز لئے ہوئے تھا چیئرنگ کراس کے قریب روکا گیا۔ یہاں کمشنر۔ ہوم سکرٹری انسپکٹر جنرل پولیس۔ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس اور ایس۔ ایس۔ پی موجود تھے۔ جلوس کو غیر قانونی اجتماع قرار دیا گیا۔ اور مولانا اور بعض دوسرے افراد کو گرفتار کر کے ایک جگہ پولیس کے گھیرے میں رکھا گیا۔ اس موقع پر کوئی ایک ہزار افراد کے ہجوم نے پولیس پر اچانک ہلہ بول دیا۔ اور اینٹیں روڑے۔ ٹین کے ڈبے۔ بوتلیں اور دوسری چیزیں پھینکنی شروع کر دیں۔ اس حملہ میں پولیس کے گیارہ عہدیدار جن میں دو سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس یعنی مسٹر ذوالقرنین خاں اور مسٹر ٹیلر بھی شامل تھے۔ زخمی ہو گئے۔ حملہ آور ہجوم پر لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ پھر مولانا اختر علی خاں کو جیل میں لے جایا گیا۔ اور اکتالیس افراد کو حملہ اور بلوہ کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ جن لوگوں کو مولانا اختر علی خاں کے ساتھ پہلے گرفتار کیا گیا تھا۔ انہیں پہلے کی طرح لاہور سے باہر لے جا کر چھوڑ دیا گیا۔ اتنے میں ہجوم منتشر ہو گیا۔ اس کے بعد کمشنر ہوم سیکرٹری۔ انسپکٹر جنرل پولیس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی نے تھانہ سول لائن میں کانفرنس کی صورت حال چونکہ بڑی سرعت سے خراب ہو رہی تھی۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا۔ کہ دسویں ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کو اطلاع دی جائے۔ اور ان سے درخواست کی جائے۔ کہ فوج نے کر آ جائیں۔ اور شہری طاقت کی اعانت کے لئے تیار رہیں۔ جرنیل صاحب خود تو نہیں آئے۔ لیکن انہوں نے اپنے جنرل سٹاف آفیسر نمبر (۱) لیفٹیننٹ کرنل شیریں خاں اور دو اور افسروں کو بھیجا۔ جنہوں نے آ کر بتایا۔ کہ فوج کو بلانے کے لئے صوبائی حکومت کی جانب سے مطالبہ ضروری ہے۔ اس پر قدرے بحث ہوئی۔ شہری حکام کو اس امر پر اصرار تھا۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو حکومت سے کہے سنے بغیر فوج سے مدد طلب کرنے کا اختیار ہے۔ اس کے برعکس فوجی حکام اس موقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔ کہ چونکہ فوج کے خرچ کا سوال بیچ میں آ پڑتا ہے۔ اس لئے اسے طلب کرنے کی درخواست رسمی طور پر صوبائی حکومت کی جانب سے آنی چاہیئے۔ اس بحث میں انسپکٹر جنرل پولیس نے حکومت پنجاب کی جانب سے تحریری مطالبہ کرنے کی پیشکش کی۔ اس لئے ایک مراسلہ کا مسودہ مرتب کیا گیا۔ اور ہوم سیکرٹری نے دستخط کر کے اسے فوجی افسروں کے حوالے کر دیا۔ اس مراسلہ میں کہا گیا تھا۔ کہ چونکہ لاہور میں سخت گڑبڑ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور محسوس کیا جا رہا ہے۔ کہ شہری حکام شاید صورتِ حال سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ اس لئے صوبائی حکومت نے ہوم سیکرٹری سے کہا ہے۔ کہ گڑبڑ کو روکنے یا دبانے کی غرض سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اعانت کے لئے وہ فوجی امداد کی درخواست کریں۔ اسی تحریری مطالبہ میں کہا گیا۔ کہ فوج کی تعداد اور اس کے قیام کے وقت اور طریقہ کی تفصیلات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور بعد میں جنرل آفیسر کمانڈنگ کو بتائیں گے۔ کانفرنس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا۔ کہ دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے تحت ایسا حکم جاری کر دیا جائے۔ جس کی رو سے لاہور کارپوریشن کے بعض حصوں میں جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی جائے۔ اسی شام کابینہ کا ایک اجلاس وزیر اعلیٰ کی قیام گاہ پر ہوا۔ اس میں چیف سکرٹری اور وہ افسر بھی شامل ہوئے۔ جنہوں نے صبح تھانہ سول لائن میں کانفرنس

(باقی دیکھو مسلسل صفحہ ۷ پر)

کی گئی۔ کابینہ نے ان فیصلوں کی تصدیق کی۔ جو صبح تھانہ سول لائن میں ہوئے تھے۔ آدھی رات کے تھوڑی دیر بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے تحت ایک حکم جاری کیا۔ جس کی رُو سے پانچ یا زیادہ اشخاص کا اجتماع غیر قانونی قرار دیا۔ اس حکم کا نفاذ لاہور کارپوریشن کی حدود میں اس علاقہ کے سوا ہر جگہ کیا گیا جو سرکلر روڈ سے گھرا ہوا تھا۔

فوج کی آمد

۴ مارچ [illegible] بہت کم واقعات والا تھا۔ فوج باغ جناح میں چلی آئی۔ اور صبح ہی سول لائن میں اور [illegible] کے اندر کے علاقہ کے سوا باقی شہر میں گشت کرنے لگی۔ انارکلی میں [illegible] دفعہ ۱۴۴ کے حکم کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر [illegible] کے چوہدری کے حکم پر لاٹھی چارج کر کے منتشر کر دیا گیا۔ پولیس کے ایک اور دستہ نے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کی قیادت میں [illegible] جلوسوں کو روک کر منتشر کر دیا۔ اس روز اہم واقعہ صرف یہ رونما ہوا کہ پولیس کے ایک دستہ پر جو سلطان احمد انسپکٹر لوکھا کی قیادت میں [illegible] سو آدمیوں پر مشتمل ہجوم نے خشت باری [illegible] میکلوڈ روڈ سے منٹگمری روڈ کے راستے پیر گنج

کراس کی طرف جا رہا تھا۔ پولیس نے تین گولیاں چلائیں۔ لیکن ان سے کوئی شخص زخمی یا ہلاک نہیں ہوا۔ شام کو یہ دیکھا گیا کہ فوج نے گشت لگانا شروع کر دیا ہے۔

نیازی کی گرفتاری کے احکام

۴ مارچ کابینہ کا ایک اجلاس ۴ مارچ کی شام کو ہوا۔ جس میں چیف سیکرٹری، ہوم سیکرٹری، انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس بھی شامل ہوئے۔ انسپکٹر جنرل پولیس نے اس تقریر کی رپورٹ پڑھ کر سنائی جو گذشتہ شب مولانا عبدالستار خان نیازی نے مسجد وزیر خان میں کی تھی۔ یہ تقریر بڑی اشتعال انگیز تھی۔ اس لئے ہوم سیکرٹری نے پنجاب سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت ان کی گرفتاری کے احکام جاری کئے۔ مگر جس مسجد میں نیازی نے اپنی تخت نشینی کی تھی وہ شورش پسندوں کا ناقابل تسخیر قلعہ بن چکی تھی۔ اس لئے گرفتاری کے ان احکام کی تعمیل نہ کرائی جا سکی۔

فوج نے بظاہر اپنے ہیڈ کوارٹر کے زیر ہدایت گشت چھوڑ دیا۔ اور ایک دو کمانیں تو باغ جناح چلی گئیں۔ کئی جلوس نکلے انہیں منتشر کیا گیا۔ ایک جلوس نے احمدیہ بلڈنگ کے گرد گھیرا ڈال لیا مگر ڈی۔ ایس۔ پی محمد خان نے [illegible] لاٹھی چارج

کر کے اسے منتشر کر دیا۔ سب انسپکٹر صاحب نے تھانہ [illegible] سرگودھا سے [illegible] رضاکاروں کو منتشر کیا۔ ایک سو دس [illegible] رضاکاروں کے ایک [illegible] ڈپٹی مجسٹریٹ سید [illegible] احمد سپرنٹنڈنٹ پولیس ملک خان بہادر اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سید فردوس شاہ سے آمنا سامنا ہوا۔ رضاکاروں نے منتشر ہونے سے انکار کر دیا۔ اور وہ چوک دالگراں تک پہنچ گئے جہاں ان پر اشک آور گیس چھوڑی گئی۔ وہ پھر بھی منتشر نہ ہوئے۔ اور دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ لاٹھی چارج بھی چونکہ بے اثر ثابت ہوا اس لئے انہیں اُٹھا اُٹھا کر ٹرکوں میں لاد لیا گیا۔ اور لے جایا گیا۔ اس واقعہ کے متعلق جھوٹی افواہیں فوراً پھیلنے لگیں۔ کہا گیا

کہ پولیس نے رضاکاروں کو منتشر کرتے وقت قرآن کریم کو پھاڑ کر اور جوتے مار کر اس کی بے حرمتی کی ہے۔ اور ایک چھوٹے لڑکے کو ہلاک کر ڈالا ہے۔

ہمارے سامنے اس بات کی کوئی شہادت نہیں کہ جیپ گاڑی میں احمدی بیٹھے تھے

من گھڑت قصہ

دہلی دروازہ کے باہر اس روز ایک جلسہ میں ایک لڑکے کو پیش کیا گیا۔ جس کے ہاتھ میں قرآن کریم کے کچھ پھٹے ہوئے اوراق تھے۔ اس لڑکے نے بیان کیا کہ قرآن کریم کی یہ بے حرمتی اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ایک اور مولوی نے (غالباً وہ مولوی محمد یوسف تھے) قرآن کریم کے یہ اوراق ہاتھ میں لے کر اجتماع کو دکھاتے ہوئے پرجوش تقریر کی۔ جس سے وہ جلوس جو پہلے ہی جوش میں آیا ہوا تھا مشتعل ہو گیا۔ یہ من گھڑت قصہ مشتعل ہجوم کے لئے گفتگو کا موضوع بن گیا۔ اور چند گھنٹے کے اندر اندر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔ جس سے پولیس کے خلاف غصہ اور نفرت کے جذبات پیدا ہوئے

چوک دالگراں کے واقعہ کی یہ تفصیل ہم نے افسروں کی شہادتوں اور تحریری بیانوں سے مرتب کی ہے۔ لیکن احرار اور مجلس عمل نے اس واقعہ کی جو تفصیل بیان کی ہے۔ وہ بالکل مختلف نوعیت کی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس واقعہ کے دوران میں پولیس کے کسی افسر نے قرآن کریم کو ٹھکرایا اور ایک چھوٹے لڑکے کو مارتے مارتے مار ڈالا۔ اس الزام کی تائید میں گواہ نمبر ۳۲ محمد نذیر گواہ نمبر ۳۳ محمد حنیف گواہ نمبر ۳۴ شیخ محمد حنیف اور گواہ نمبر ۴۰ تاج الدین کی شہادتیں ہوئی ہیں۔ عدالت نے سٹی مجسٹریٹ لاہور سید حسنات احمد اور پنجاب کنسٹیبلری کے سپرنٹنڈنٹ پولیس ملک خان بہادر خان کی شہادتیں بھی سنی ہیں جو موقع پر موجود تھے۔ غیر سرکاری گواہوں کے بیان کے مطابق رضا کاروں کا ایک دستہ چوک دالگراں سے ریلوے سٹیشن کی طرف جا رہا تھا۔ جسے پولیس نے روکا اور منتشر ہونے کو کہا۔ لیکن وہ دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ جب انہیں ان ٹرکوں پر لادنے کی کوشش کی گئی۔ جو قریب ہی کھڑے تھے۔ تو وہ زمین پر لیٹ گئے اور انہیں گھسیٹنا پڑا۔ جن رضا کاروں کو اس طرح گھسیٹا گیا۔ ان میں ایک بوڑھا تھا۔ جس کے گلے میں حمائل تھی۔ جب اسے گھسیٹا جا رہا تھا اس وقت یہ حمائل گر پڑی۔ اور پولیس کے افسر نے جس کے بڑی پیٹی لگی ہوئی تھی۔ اسے ٹھوکر ماری گواہوں میں اسبارے میں اختلاف ہے کہ حمائل نالی میں پھینک دی گئی یا زمین پر ہی پڑی رہی اور آیا یہ کوئی غلاف تھا یا نہیں؟ جس شخص کے گلے میں حمائل پڑی ہوئی تھی اسے نہ تو طلب کیا گیا ہے۔ نہ اسکے کوائف بتائے گئے ہیں۔ ہمیں اس لڑکے کے کوائف بھی معلوم نہیں جس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ اسے مارتے مارتے مار ڈالا گیا تھا۔ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کہ ایک مسلمان پولیس افسر خواہ وہ کتنا ہی لامذہب کیوں نہ ہو۔ وہ قرآن کریم کو ٹھکرائے گا اور اس شرمناک مذہبی توہین کا مرتکب ہو گا۔ یہ بات ہمارے سامنے وکلاء کے دلائل میں تسلیم کی گئی ہے۔ لیکن یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے قرآن کریم پر نادانستہ طور پر پاؤں آ گیا ہو۔ سید حسنات احمد اور ملک خان بہادر دونوں نے اس الزام کی صداقت سے انکار کیا ہے اور چونکہ اسبارے میں غیر سرکاری شہادتوں میں مایوس کن حد تک اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلئے ہم یہ نہیں مان سکتے کہ کسی نے قرآن کریم کو ٹھکرایا یا لڑکے کو مارتے مارتے مار ڈالا ہو گا۔

دوسرے طریقے

شورش پسندوں نے حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے ذیل کے طریقے بھی استعمال کئے

(۱) اس مضمون کے اشتہار تقسیم کئے گئے۔ کہ جھنگ سرگودہا اور دوسرے مقامات پر ایک ہزار سے زیادہ افراد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اس روز ان مقامات پر ایک گولی بھی نہیں چلی۔

(۲) افواہ پھیلائی گئی کہ احمدی کاروں میں بیٹھ کر لوگوں پر اندھا دھند گولیاں چلا رہے ہیں

(۳) مسجد وزیر خاں سے اعلان کیا گیا۔ کہ سرکاری ملازموں نے ہڑتال کر دی ہے۔ اور تحریک میں شامل ہو گئے ہیں۔

(۴) یہ خبریں مشہور کی گئیں کہ منع پولیس نے گولی چلانے سے انکار کر دیا ہے۔ اور صرف بارڈر پولیس اور کنسٹیبلری گولی چلا رہی ہے۔

جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے۔ احمدی فوجی جیپ میں جاتے اور لوگوں پر اندھا دھند گولیاں چلاتے رہے۔ اسے ہمارے سامنے شہرت کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اور اس کی تائید و تصدیق میں متعدد شہادتیں طلب کی گئی ہیں اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پراسرار گاڑی اس روز چلتی رہی۔ جس میں ایسے اشخاص بیٹھے تھے۔ جن کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ تاہم ہمارے سامنے اسبات کی کوئی شہادت نہیں کہ اس گاڑی میں احمدی بیٹھے تھے یا یہ گاڑی ہی احمدیوں کی تھی۔

ساڑھے چار بجے دہلی دروازہ سے باہر جلسہ ہوا۔ جس میں کوئی پانچ ہزار افراد شریک تھے۔ اس جلسے میں کہا گیا۔ ۔ ۔ کہ پولیس نے چوک دالگراں میں ایک بچے کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ اور قرآن کریم کو پاؤں تلے روندا ہے۔ جلسہ کے بعد ایک جلوس نکلا جو مسجد وزیر خاں کی طرف چلا ہجوم کو مسجد کے قریب سب انسپکٹر منظور الحق اور سب انسپکٹر محمد صادق نے روکا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سید فردوس شاہ کو ٹیلیفون پر یہ اطلاع موصول ہوئی کہ ان دو سب انسپکٹروں کو اغوا کر کے مسجد میں لے جایا گیا ہے۔ جہاں انہیں یا تو ہلاک کر دیا گیا ہے یا ہلاک کیا جا رہا ہے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اس پر کوتوالی پولیس اسٹیشن کے سب انسپکٹر مظفر خاں کی قیادت میں پولیس کا ایک ریزرو دستہ لے کر مسجد کی طرف گئے۔

مسجد وزیر خاں سے باہر سید فردوس شاہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کا ایک مشتعل ہجوم سے آمنا سامنا ہوا۔ جب انہوں نے پولیس کے دونوں عہدیداروں کے متعلق پوچھا جنہیں بچانے کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔ تو بلوائیوں نے انہیں گھیرے میں لے کر ان پر چھریوں اور لاٹھیوں سے حملہ کر دیا اور وہیں ڈھیر کر ڈالا۔ ان کا اپنا ریوالور اور پولیس کے دو اور ملازموں کی جو ان کے ساتھ تھے بندوقیں چھین لی گئیں۔ اور سب انسپکٹر مظفر خاں کو زخمی کر دیا گیا۔ ڈی۔ ایس۔ پی کی لاش کسی نے کوتوالی پہونچائی۔ جہاں اسوقت ہوم سیکرٹری انسپکٹر جنرل پولیس، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سینیئر سپرنٹنڈنٹ پولیس موجود تھے۔ فرسٹ بلوچ رجمنٹ کے آفیسر کمانڈنگ کرنل عالم بھی کچھ افسروں سمیت وہاں آ پہونچے اور تھوڑی دیر بعد جنرل آفیسر کمانڈنگ بھی آ گئے۔ یہ حکام جس وقت صورت حال پر غور کر رہے تھے، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے انکشاف کیا۔ کہ ڈی۔ ایس۔ پی کے قتل کی خبر سنکر انہوں نے شہر کو فوج کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اور فوجی حکام کو اس خواہش سے مطلع کر دیا ہے انسپکٹر جنرل پولیس نے اس اقدام کو منظور نہ کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس مرحلہ پر فوج کے ہاتھ میں کنٹرول دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے صورت حال فوج کو واقعی سونپ دی ہوتی تو ہم سمجھتے کہ انہوں نے ہوشمندی اور دانائی سے کام لیا ہے۔ لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایسے کسی اقدام کا سہرا اپنے سر لینے کو تیار نہیں۔ اور انہوں نے اس سے بالکل انکار کر دیا ہے۔ کہ انہوں نے صورت حال فوج کو سونپنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ (باقی آئندہ)

وصیت

وصیت منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جاتی ہے تاکہ اگر موصی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

وصیت نمبر ۱۳۷۹۵۔ منکہ مبارکہ نسرین زوجہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر پیشہ خانہ داری عمر ۱۹ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن کولمبو (سیلون) ڈاکخانہ کولمبو ضلع کولمبو صوبہ سیلون۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱/۵۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری جائداد حسب ذیل ہے (۱) کڑے (ہاتھوں کے) ایک جوڑی وزن ساڑھے چھ پونڈ (sovereign کو) (۲) سر کی سوئیاں ایک جوڑی وزنی ½ پونڈ (۳) کانٹے ایک جوڑی وزنی ½۱ پونڈ (۴) ٹکا ایک عدد وزنی ۱ پونڈ (۵) انگوٹھیاں ۲ عدد وزنی ۱ پونڈ (۶) گلے کا پینڈل ایک عدد وزنی ½۱ پونڈ

Nearly 4 sovereign
Weighi mapes one
aance ان سب طلائی چیزوں کا

کل وزن ½۱۲ پونڈ ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت میرا حق مہر مبلغ ۱۰۰۰/- روپیہ بذمہ خاوند ہے ان سب کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتی ہوں اگر اسکے علاوہ کوئی اور جائداد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ اور جو جائداد بوقت وفات ثابت ہو۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان ہو گی۔ اگر میں کوئی روپیہ اس جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان وصیت کی مد میں کروں۔ اسی قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائے

العبد: مبارکہ نسرین زوجہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر۔ گواہ شد: محمد اسمٰعیل مبلغ سیلون۔ گواہ شد: سکرٹری مال صدر انجمن احمدیہ سیلون۔

موجودہ قیمت فی پونڈ ۶۸/-/- روپے
کل ½۱۲ پونڈ کی قیمت ۸۵۰/-/- "
سو ۱/۱۰ حصہ = ۸۵/-/- "
حق مہر کا ۱/۱۰ ۱۰۰/-/-

میزان ۱۸۵/-/- روپے
قابل ادا ہیں۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۷